سورۃ الواقعہ کی
سائنٹفک تفسیر

ڈاکٹر گوہر مشتاق

سورہ الواقعہ کی سائنٹفک تفسیر

(Scientific Exegesis of Surah Al-Waaqiah)

ڈاکٹر گوہر مشتاق (امریکہ)

اذان سحر پبلی کیشنز

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور فون 042-35435667

جملہ حقوق محفوظ ہیں!

نام کتاب : سورۃ الواقعہ کی سائنٹفک تفسیر

مصنف : ڈاکٹر گوہر مشتاق

ناشر : عباس اختر اعوان

اذان سحر پبلی کیشنز، منصورہ ملتان روڈ لاہور

اشاعت اول : جولائی 2012ء

مطبع : رانا پرنٹرز، لاہور

قیمت : 60 روپے

ملنے کے پتے:

- ......ادارہ معارف اسلامی منصورہ ملتان روڈ لاہور۔ 5432419
- ......ادارہ مطبوعات طلبہ 1 اے ذیلدار پارک، اچھرہ لاہور۔ 7553991
- ......دی بک ڈسٹری بیوٹرز، کراچی، 021-2787137
- ......مسٹر بکس، سپر مارکیٹ، اسلام آباد فون 051-2278843,2278845
- ......اسلامی کتاب گھر، خیابان سرسید، راولپنڈی 051-4830451
- ......ملک ولڈ بک ڈپو، کمیٹی چوک راولپنڈی
- ......احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک راولپنڈی
- ......مکتبہ تبلیغ اسلام، الاکرام بلڈنگ راولپنڈی 5962137
- ......النور اسلامک بکس۔ سنگاپور پلازہ۔ صدر۔ راولپنڈی 5794605
- ......ادارہ تطہیر افکار، جی ٹی روڈ، پشاور۔ 091-262407
- ......ادارہ پاسبان خبر مرکز۔ 1 سرور روڈ، نزد غیث بینک بلڈنگ ملتان

سورہ الواقعہ کا تعارف

یہ سورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے پہلے دور میں نازل ہوئی۔علامہ جلال الدین سیوطیؒ "الاتقان فی علوم القرآن" میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سورتوں کو جو ترتیب نزول بیان کی ہے اُس کے مطابق حضورؐ پر پہلے سورہ طٰہٰ نازل ہوئی، پھر الواقعہ اور اُس کے بعد سورہ الشعراء۔ابنِ اسحاق نے حضرت عمر بن خطاب کے قبول کے اسلام کا واقعہ نقل کیا ہے(جو سنہ 5 نبوی میں ہوا) اُس میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے اپنی بہن کو بہت مارا تو پھر اپنی بہن کے بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر وہ شرمندہ ہوئے اور اپنی بہن سے کہا کہ مجھے قرآن کے وہ صفحات دکھاؤ جو تم لوگ میرے آنے سے قبل تلاوت کر رہے تھے۔اس پر آپ کی بہن نے کہا:

يَا اَخِيْ اِنَّکَ نَجَسٌ عَلَى شِرْکِکَ فَاِنَّهٗ لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ

(اے میرے بھائی! آپ اپنے شرک کی وجہ سے نجس ہیں اور اس صحیفے کو صرف پاک آدمی ہی ہاتھ لگا سکتا ہے)

اِس سے پتہ چلتا ہے کہ اُس وقت سورہ واقعہ نازل ہو چکی تھی کیونکہ اِس سورت میں آیت لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ آئی ہے۔

اِس سورت کا موضوع توحید، آخرت اور قرآن کے متعلق کفارِ مکہ کے شبہات اور اعتراضات کا جواب ہے۔اِس سورت میں جنت کی نعمتوں اور جہنم کی ہولناکیوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ قیامت کے وقوع پذیر ہونے اور مردہ انسانوں کے حساب کتاب (Reckoning) کا ذکر ہے جس کے نتیجے میں انسان تین گروہوں میں بٹ جائیں گے۔ایک سابقین (Foremost) دوسرے عام صالحین (Companions of the right hand) اور تیسرے آخرت کے منکر (Companions of the left hand)

اِن تینوں گروہوں کے ساتھ جو معاملہ میدان حشر میں ہوگا وہ اِس سورت میں بیان کیا گیا ہے۔پھر اس کائنات میں موجود نشانیوں کے متعلق یاددلایا گیا ہے جن کو آج کی سائنسی دنیا کچھ کچھ سمجھ پائی ہے بلکہ ابھی تک سمجھنے کی کوشش کررہی ہے۔ دنیا کے مختلف نظام ہائے شمسی (Solar Systems) کی موت یعنی Black hole phenomenon کا ذکر کیا گیا ہے اوراس کے فوراًبعد خود انسان کی موت کی منظر کشی کی گئی ہے۔اسی کے حوالے سے اس کتاب کے آخری حصہ میں چند بڑی شخصیات کی زندگی کے آخری لمحات بیان کیے گئے ہیں تاکہ بُرے لوگوں اوراچھے لوگوں کی موت کافرق پڑھنے والوں پر آشکارا ہو سکے کیونکہ زندگی کے آخری لمحات انسان کی بے بسی کے لمحات ہوتے ہیں اور دنیا کا کوئی شخص کسی کی مدد نہیں کرسکتا۔

ترمذی کی حدیث میں بیان ہوا ہے:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ اَبُوبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَیَّبَتْنِی ھُوْدٌ وَالْوَاقِعَۃُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ وَاِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ قَالَ اَبُوْعِیْسَی ھٰذَاحَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بوڑھے ہوگئے ہیں۔آپ نے فرمایا مجھے سورہ ھود، واقعہ، مرسلات، عَمَّ یَتَسَاءَلُوْنَ اور اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ نے بوڑھا کردیا ہے۔" (1)

---

1) یہ حدیث حسن غریب ہے۔ راوی: ابوکریب، معاویہ بن ہشام، شیبان، ابواسحٰق، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔اِس حدیث کو شیخ ناصر الدین الالبانی نے صحیح الجامع (نمبر 3723) میں صحیح قرار دیا ہے۔

اِس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اِن سورتوں میں قیامت کے احوال، اُس کی ہولناکیوں اورانسانوں کے حساب کتاب اور جہنم کے مناظر بیان کیے گئے ہیں جس سے ایک مومن فکرمند ہو جاتا ہے اوراس کے نتیجے میں اس کے جسم پر ضعف اور بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں حضور نے فرمایا:

عَلِّمُوْا نِسَاءَ كُمْ سُوْرَةُ الْوَاقِعَة فَاِنَّهَا سُوْرَةُ الْغِنِى۔ (1)

(فتح القدیر۔جلد5،صفحہ 146)

"اپنی عورتوں کو سورہ الواقعہ سکھاؤ کیونکہ یہ سورہ غربت کو دور کرتی ہے۔"

یاد رہے کہ اس کا مطلب صرف سورہ الواقعہ کو طوطے کی طرح پڑھنا نہیں بلکہ ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ پڑھنا اوراس کی تفسیر سمجھنا بھی ضروری ہے۔

سورۂ واقعہ کی فضیلت کے بارے میں مرضِ وفات میں عبداللہ بن مسعودؓ کی نصیحت بھی بڑی سبق آموز ہے۔ ابن کثیر نے بحوالہ ابن عساکر، ابوظبیہ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مرض وفات میں حضرت عثمان غنیؓ عیادت کے لیے تشریف لے گئے، حضرت عثمانؓ نے پوچھا:

مَا تَشْتَكِىْ (آپ کو کیا تکلیف ہے؟)

تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ذُنُوْبِىْ (یعنی اپنے گناہوں کی تکلیف ہے)

پھر انھوں نے پوچھا: مَا تَشْتَهِىْ (یعنی آپ کیا چاہتے ہیں)

---

1) اس حدیث کو شیخ البانی نے ضعیف الجامع الصغیر (3730) میں ضعیف کہا ہے۔

توعبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: رَحْمَةَ رَبِّیْ (یعنی اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں)

پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے کسی طبیب (معالج) کو بلاتا ہوں تو عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: اَلطَّبِیْبُ اَمْرَضَنِیْ (یعنی مجھے طبیب ہی نے بیمار کیا ہے)

پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیے بیت المال سے کوئی عطیہ بھیج دوں تو آپ نے فرمایا: لَا حَاجَةَ لِیْ فِیْهَا (مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں)

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ عطیہ لے لیجئے وہ آپ کے بعد آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا، توعبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ کیا آپ کو میری لڑکیوں کے بارے میں یہ فکر ہے کہ وہ فقر وفاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی، مگر مجھے یہ فکر اس لیے نہیں کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو تاکید کر رکھی ہے کہ ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کریں، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ كُلَّ لَيْلَةٍ لَّمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا (ابن کثیر)

''جو شخص ہر رات میں سورۃ واقعہ پڑھا کرے وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا۔'' (1)

مزید برآں، علامہ ابن کثیر حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازیں اسی طرح پڑھتے تھے جس طرح تم آج پڑھتے ہو، لیکن آپؐ کی نماز تخفیف والی ہوتی تھی۔ فجر کی نماز میں آپؐ سورہ الواقعہ اور اُس جیسی سورتیں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ سورہ الواقعہ روزانہ تلاوت کرتے ہیں (اور عربی زبان نہیں سمجھتے) انھیں عربی متن کے علاوہ سورت کا اردو ترجمہ بھی ضرور

---

1) شیخ البانی نے ضعیف الجامع الصغیر (5773) میں اِس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے البتہ ابن کثیر نے یہ روایت بسند ابن عساکر نقل کرنے کے بعد اس کی تائید دوسری سندوں اور دوسری کتابوں سے بھی پیش کی ہے۔

پڑھنا چاہیے ورنہ انھیں کبھی نہیں پتہ چلے گا کہ اِس سورت میں اللہ تعالیٰ اُن سے کیا فرما رہا ہے۔اسی طرح قرآن مجید کے اجتماعی مطالعے (Group Reading) اور درس وتدریس میں بھی سورہ الواقعہ کی یہ تفسیر مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔علاوہ ازیں، اگر آپ کو کسی گھر میں سورہ الواقعہ یا قرآن کا ختم پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے تو آپ میں سے داعی ومبلغ خواتین اور حضرات اُس ختمِ قرآن کی محفل کو درسِ قرآن کی محفل میں تبدیل کر کے اِس سورہ کی تفسیر کا درس دے سکتے ہیں کیونکہ درسِ قرآن ہی صحابہ کرام کا طریقہ تھا۔وہ لوگ قرآن پر تفکر وتدبر کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ اجتماعی دروسِ قرآن کا اہتمام بھی کرتے تھے۔صحابہ کرامؓ نے قرآن مجید کے مطالعے کے لیے ایسے حلقے قائم کیے ہوئے تھے جن میں لوگ اکٹھے ہو کر قرآن کا اجتماعی مطالعہ کرتے تھے۔حضورؐ ایسے حلقوں کے قیام کے لیے موثر الفاظ میں لوگوں کو شوق دلایا کرتے تھے۔سنن ابوداوٗد میں روایت ہے:

''جو لوگ کسی جگہ جمع ہو کر اللہ کی کتاب پڑھتے اور باہم درس ومذاکرہ قرآن کی مجلسیں قائم کرتے ہیں اُن پر اللہ کی طرف سے تسکین اور رحمت کی بارش ہوتی ہے اور ملائکہ اُن کو ہر طرف سے گھیرے کھڑے رہتے ہیں اور اللہ اپنے مقربین کے حلقہ میں اُن کا ذکر فرماتا ہے۔''

(سنن ابوداوٗد، کتاب الوتر، باب فی ثواب قراۃالقرآن) (1)

اِس حدیث سے نہ صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ درسِ قرآن کی مجالس بڑی بابرکت ہوتی ہیں بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے دور میں اِس طریقے کا بڑا رواج تھا۔اس زمانہ میں درسِ قرآن کی مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں، صحابہؓ کرام اُن میں شریک ہوا کرتے تھے، اور آیاتِ قرآنی پر غور کرتے تھے۔خود حضورؐ بھی کبھی کبھی اُن مجالس میں شرکت فرماتے تھے، یہاں تک کہ بعض احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے فکر وتدبر کی اِن مجلسوں کا ذکر اور عبادت کی مجلسوں پر ترجیح دی اور زاہدوں، عابدوں کی ایک مجلس کو چھوڑ کر اہل علم کی مجلس میں یہ کہہ کر بیٹھ گئے کہ میں

---

1) اِس حدیث کو شیخ ناصرالدین البانی نے صحیح سنن ابوداوٗد میں صحیح کا درجہ دیا ہے (1/1455)

معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بعد میں خلفائے راشدین ،بالخصوص حضرت عمر اِس قسم کے حلقوں سے اور قرآن کے ماہرین سے برابر دلچسپی لیتے رہے۔(1)

ایران کے مسلمان مفکر اور عمرانی سائنسدان ڈاکٹر علی شریعتی اپنی کتاب On the Sociology of Islam (مطبوعہ کیلفورنیا۔۱۹۷۹ء) میں لکھتے ہیں کہ ایک اسلامی معاشرے کے قیام اور اسلام کا صحیح اور سائنٹفک علم حاصل کرنے کے لیے قرآن کی درس وتدریس اور تاریخِ اسلام کا تجزیہ دو اہم ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ڈاکٹر علی شریعتی کی رائے سے ہم اتفاق کرتے ہیں کیونکہ اجتماعاتِ درسِ قرآن اسلامی معاشرے کی بیداری میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔مورخ فرحت عباس اپنی کتاب "The Night of Imperialism" میں رقمطراز ہے کہ شمالی افریقہ کے ممالک یعنی مراکش، الجزائر اور تونس میں معاشرتی بیداری اُس وقت سے شروع ہوگئی جب مصری عالم شیخ محمد عبدہ شمالی افریقہ میں تشریف لائے اور انہوں نے وہاں درسِ قرآن کے سلسلے شروع کیے۔تعلیم اور درسِ قرآن ایک ایسا مضمون تھا جو وہاں کے مذہبی حلقوں میں اس سے پہلے نہیں پایا جاتا تھا۔ (2)

اس لیے ہمیں بھی قرآن کے دروس کا اپنے حلقۂ احباب میں اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن)

"تم میں سے سب سے بہترین لوگ وہ ہیں وہ قرآن کو خود (سمجھ کر) پڑھتے ہیں
اور دوسروں کو اُس کا درس (تعلیم) دیتے ہیں۔"

---

1) "مبادیٔ تدبرِ قرآن" از مولانا امین احسن اصلاحی، مطبوعہ فاران فاؤنڈیشن

2) Shariati, Dr. Ali (1979). On the Sociology of Islam. Berkeley (California), Mizan Press.

سورہ الواقعہ۔ ترجمہ اور تفسیر

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ٥ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ٥

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ٥

جب قیامت واقع ہوگی۔ تو کوئی اس کے وقوع کو جھٹلانے والا نہ

ہوگا۔ وہ کسی کو پست کردیگی اور کسی کو بلند کردیگی۔

آیات 1 سے 3 تک کی تفسیر:

امام ابن کثیر کے مطابق "واقعہ" قیامت کے ناموں سے ایک نام ہے کیونکہ اس کے وقوع میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ عربی زبان میں "وَقْعَة" کسی بڑے حادثے کے اچانک ظاہر ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

قیامت کا دن بہت سے بلند مرتبہ انسانوں اور قوموں کو پست کردے گا اور بہت سے پست اور حقیر افراد اور قوموں کو بلند کردیگا۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے اِس آیت کی یہی تفسیر منقول ہے۔ اُس دن کے آنے پر انسانوں کے درمیان عزت وذلت کا فیصلہ دوسری ہی بنیاد پر ہوگا۔ بہت سے ایسے لوگ جو اِس دنیا میں بڑی عزت والے (مثلاً Media Celebrities یا حکمران طبقہ وغیرہ) بنے پھرتے ہیں وہ ذلیل ہوجائیں گے اور جو لوگ اِس دنیا میں کمزور اور ذلیل یا بنیاد پرست (Fundamentalist) سمجھے جاتے تھے وہ عزت پاجائیں گے۔ دراصل اِس دنیا میں لوگ دوسرے لوگوں کی عزت اُس شخص کے عہدے، دولت، نسب، شہرت کی وجہ سے کرتے ہیں۔ یہ انسانوں کے ترازو "مَوَازِيْنَ النَّاس" بلکہ جاہلیت

کے ترازو "موازین الجاھلیة" ہیں۔اِس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے ترازو "موازین الربّانیہ" کے مطابق: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ﴾ (سورہ الحجرات:13)

(درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے)

"موازین الناس" (Human Scales) کے مطابق ابو جہل کے پاس دولت تھی، سرداری تھی، ذہانت تھی، نسب تھا اسلیئے اسے ابوالحکم (حکمت والا) کا خطاب ملا۔لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ابو جہل کا خطاب دیا کیونکہ موازین الربانیہ (Divine Scales) کے مطابق وہ جاہل تھا۔ "موازین الناس" کے مطابق حضرت بلال حبشیؓ کی اُس جاہلی معاشرے میں ایک جانور کے برابر حیثیت تھی اور ابو سفیان جیسے سرداراُن کے برابر میں بیٹھنا گوارا نہیں کرتے تھے انھیں حضرت عمر فاروقؓ سیدنا بلال "ہمارے آقا بلال" کہہ کر پکارتے تھے کیونکہ "موازین الربانیہ" میں حضرت بلالؓ عشقِ رسولؐ کی علامت بن گئے۔ بقول اقبال:

؎ جس کا امیں ازل سے ہو سینہ بلالؓ
محکوم اُس صدا کے ہیں شاہنشہ و فقیر

اقبال کس کے عشق کا یہ فیضِ عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

(بانگِ درا۔بلالؓ)

قیامت کے روز عزت وشرف کے معیارات بالکل بدل جائیں گے۔اُس دن وہی لوگ سر بلند وسرفراز ہوں گے جن کے پاس ایمان وعمل صالح کا سرمایہ ہوگا اور وہ لوگ پست و ذلیل بن کر اٹھیں گے جن کے پاس یہ دولت نہیں ہوگی۔

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ٥ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا٥ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ٥

جب کہ زمین پر سخت زلزلہ آئے گا۔اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو کر منتشر غبار (cloud of dust) بن جائیں گے۔

آیات 4 سے 6 تک کی تفسیر:

اِن آیات میں قیامت کا نقشہ(Scene)پیش کیا جارہا ہے کہ کس طرح زمین کو شدید جھٹکے لگیں گےاور پہاڑ ذیرہ ذیرہ ہو جائینگے۔سورۃ النحل (آیت 15)میں ارشاد ہوا ہے کہ پہاڑ ہماری زمین پر میخوں کی طرح گاڑھے ہوئے ہیں تا کہ زمین کپکپائے نہیں۔دراصل پہاڑ زمین کے لیے"Shock absorbers" کا کام کرتے ہیں۔مزید برآں جس طرح گاڑی کے پہیوں کے توازن (Wheel alignment and balancing)کے لیے پہیئے کے مختلف حصوں پر وزن لگائے جاتے ہیں تا کہ گاڑی کا پہیہ کپکپائے (Wobble)نہیں۔اسی طرح کا کام زمین پر پہاڑ دیتے ہیں۔پہاڑوں کا وجود زمین پر توازن کا باعث ہے اور یہ تھرتھراہٹ کو روکتے ہیں۔

مزید برآں، ماہرینِ فلکیات (Astronomers)اپنے مشاہدے اور اندازے کے مطابق بتاتے ہیں کہ چاند فضا میں ہمارا سب سے قریبی ہمسایہ ہے۔اُس کا زمین سے فاصلہ صرف دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے۔اِس قربت کی وجہ سے چاند کی کشش (Moon's Gravitational Pull)کے نتیجے میں سمندروں میں موجیں دن میں دو مرتبہ اُٹھتی ہیں۔

لیکن اگر چاند اور زمین کا یہ فاصلہ گھٹ کر صرف پچاس ہزار میل رہ جائے تو سمندروں میں اس سے ایسا طوفان آئے کہ خشکی کا بیشتر حصہ اُس میں ڈوب جائے اور طوفانی موجوں کے ٹکراؤ سے اور چاند کی کشش کی وجہ سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے ۔(1)

پہاڑوں کے اندر سے نکلنے والے آتش فشانی مادے (Lava) کا درجہ حرارت 9000degree Farenheit ہوتا ہے اور یہ سمندر پر بھی آگ کو پھیلا دیتا ہے۔ جب پہاڑ پھٹیں گے تو ان کے اندر کا ابلتا ہوا لاوا (volcanic lava) باہر آجائیگا اور آتش فضا دھویں کے بادل اور خاک (volcanic dust and ash clouds) پوری دنیا میں پھیل کر ہر زندہ چیز کے سانس گھٹنے (Suffocation) کا موجب بن جائیں گے۔ پھر سورج اور چاند کے ملنے کا واقعہ (Black Hole) ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ پوری کائنات میں اسی قسم کے واقعات ظہور پذیر ہوں گے۔

---

1) Mottison, A Cressy (1944) "Man Does Not Stand Alone" Surrey (Canada), Flaming H. Revell Co. Press.

وَكُنتُمْ أَزْوَاجاً ثَلاثَةً ۝ فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا
أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ۝ وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا
أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ۝ وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ۝

تم اُس وقت تین گروہوں (Groups) میں تقسیم ہو جاؤ گے۔ پس ایک گروہ تو داہنے ہاتھ والوں کا ہوگا تو داہنے ہاتھ والوں (کی خوش نصیبی) کا کیا کہنا۔

اور ایک گروہ بائیں ہاتھ والوں کا۔ پس بائیں ہاتھ والوں (کی بدنصیبی) کا کیا ٹھکانا۔ پھر (اُن دونوں کے علاوہ) تیسرا گروہ سابقون (Foremost) یعنی سبقت لینے والوں اور سب سے آگے رہنے والوں کا ہے۔ تو وہ تو سبقت کرنے والے ہی ہیں۔

آیات 7 سے 10 تک کی تفسیر:

جب انسانوں کو میدانِ حشر میں جمع کیا جائیگا تو اُن کو اُن کے اعمال کے اعتبار سے تین مختلف طبقات میں تقسیم کیا جائیگا جس طرح دنیا میں کئی لحاظ سے لوگوں کے تین طبقات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً

☆ معاشی لحاظ سے لوگوں کے تین گروپ ہمیشہ سوسائٹی میں موجود ہوتے ہیں:

1۔ امیر لوگ (upper class) 2۔ متوسط طبقہ کے لوگ (working class)

3۔ غریب لوگ (lower class)

☆ سیاسی لحاظ سے بھی لوگوں کو تین گروہوں میں منقسم کیا جاتا ہے:

1۔ لیڈر 2۔ ان کی پیروی کرنے والے عوام

3۔ باغی

☆ مذہبی لحاظ سے بھی لوگوں کے تین گروپ عام طور پر سوسائٹی میں موجود ہوتے ہیں:

1۔مذہبی لوگ

2۔مذہب سے کچھ لگاؤ رکھنے کے باوجود پیسے کے پیچھے بھاگنے والے عوام

3۔روشن خیال(Ultra moderns) سیکولر (جو دراصل مذہب دشمن ہوتے ہیں)

☆ پڑھائی میں بھی گریڈنگ سسٹم میں طلباء کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1) A-Graders نہایت ذہین اور محنتی طلباء جو ٹاپ کرتے ہیں (First Division)

2) B and C graders عام پڑھائی کرنے والے طلباء (Second Division)

3) D and F graders پڑھائی نہ کرنے والے نالائق طلباء جو کلاس میں فیل ہو

جاتے ہیں۔ (Third Division / Failed in Board Examinations)

☆ بس اسی طرح روزِ قیامت انسانوں کو تین گروپوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

1) السّابقون الاوّلون. 2) اصحاب الیمین

3) اصحاب الشّمال

اگلی آیات میں ان تینوں گروہوں کی الگ الگ تشریحات بیان کی گئی ہیں۔اور بتایا گیا ہے کہ جنت میں اول الذکر دو گروہوں کے کیا درجات ہوں گے اور پھر جہنم والوں کے کیا درکات ہوں گے اور وہ جہنم کے کن ہولناک حالات میں ہوں گے۔

أُولَـٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ○ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ○ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ○ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ○

یہی لوگ تو بارگاہِ الٰہی کے مقرب ہیں۔ وہ نعمت بھری جنتوں میں رہیں گے۔ ان کی اکثریت تو اگلے لوگوں (Early generations of Muslims) میں سے ہوگی اور تھوڑے پچھلے لوگوں (Later generations) میں سے ہوں گے۔

آیات 11 سے 14 کی تفسیر:

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ (The Forerunners) وہ لوگ ہیں جو نیکی اور اللہ کی رضا حاصل کرنے میں سب لوگوں پر سبقت لے جایا کرتے تھے۔ یہ لوگ اہل جنت کے سردار ہوں گے۔ اِن میں رسول، انبیاء، صدیقین اور شہداء شامل ہیں۔ یہ لوگ تعداد میں اصحاب الیمین (عام مومنین) سے کم ہونگے۔ یقیناً صحابہ کرام کے دور میں اِن کی کثرت تھی اور بعد کے زمانے میں (مثلاً ہمارے زمانے میں) یہ لوگ تھوڑے ہوں گے۔ اس کی تائید صحیح مسلم کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا:

بَدَا الْإِسْلَامُ غَرِيباً وَسَيَعُوْدُ غَرِيبًا كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن۔ مسند احمد 2 / 389)

"اسلام ابتداء میں (مکی دور کے ابتدائی سالوں میں) اجنبی تھا اور ایک دور آئے گا کہ وہ پھر اجنبی بن جائیگا۔ پس خوشخبری ہو اجنبیوں کو۔"

مسند احمد میں اِس حدیث کی مزید تفصیل بھی موجود ہے:

قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنِ الْغُرَبَاءِ؟

قَالَ: اَلَّذِيْنَ يُصْلِحُوْنَ اِذَا فَسَدَ النَّاس (مسند احمد۔ 4 / 74)

”آپؐ سے پوچھا گیا کہ اجنبی (غرباء) کون ہوں گے؟

تو آپؐ نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب معاشرے میں لوگ برائیاں کریں گے تو یہ اُن کی اصلاح (یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر) کریں گے۔“

سابقون (A-graders) وہ لوگ ہوں گے جو دنیا کی زندگی میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کے احکامات پر عمل کرنے کے معاملے میں سب پر سبقت لے جاتے ہوں گے۔ جہاد کا معاملہ ہو یا اللہ کے راستے میں صدقہ خیرات کرنے کا، خدمتِ خلق یا تبلیغ اسلام کا مشن ہو یا امر بالمعروف اور برائی سے روکنے کا کام ہو، سابقون وہ لوگ ہوں گے جو اِن کاموں کے لیے قربانی دینے والوں میں سب سے آگے ہوتے تھے۔

سابقون الاولون وہ لوگ ہوں گے جو جنت کے اعلیٰ ترین مقامات پر ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کے قریب ہوں گے۔

﴿فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُقْتَدِرٍ﴾ (سورہ قمر: آیت 55)

(وہ لوگ سچی عزت کی جگہ ہوں گے۔ بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے قریب)

یہی لوگ دراصل جنت الفردوس میں ہوں گے:

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْجَنَّةِ مِائَةُ دَرَجَةٍ مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْفِرْدَوْسُ أَعْلَاهَا دَرَجَةً وَمِنْهَا تُفَجَّرُ أَنْهَارُ الْجَنَّةِ الْأَرْبَعَةُ وَمِنْ فَوْقِهَا يَكُوْنُ الْعَرْشُ فَإِذَا سَأَلْتُمُ اللّٰهَ فَسَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ۔ (ترمذی۔ 2/421)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں سو (100) درجے ہیں۔ہر دو (2) درجوں کے درمیان آسمان و زمین جتنا فاصلہ ہے۔جنت الفردوس سب سے اُوپر والا درجہ ہے۔جنت کی چاروں نہریں اسی سے نکلتی ہیں اور اسکے اوپر عرش ہے۔لہٰذا اگر تم اللہ سے جنت مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔''

سابقون اولون کو عام جنتی لوگ ایسے دیکھیں گے جیسے ہم دنیا میں ستاروں کو دیکھتے ہیں کیونکہ سابقون کی جنتیں نہایت وسیع ہوں گی:

عَنْ سَهْلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاؤَنَ الْغُرَفَ فِي الْجَنَّةِ كَمَا تَتَرَاؤنَ الْكَوْكَبَ فِي السَّمَاىِ

(صحیح بخاری کتاب الرقاق۔جلد۳، حدیث 1474)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت والے جنت میں بالاخانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔''

سورۃ الفاطر (آیت 32) میں انہی لوگوں کی یہ صفت بتائی گئی ہے: ﴿ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللّٰهِ ﴾ (وہ لوگ اللہ کے حکم سے نیکیوں کی طرف پہل کرنے والے ہیں۔) یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا دنیا کی زندگی میں جینا اور مرنا صرف اللہ کے دین کے لیے تھا۔ایسے لوگوں کا دنیا کی زندگی میں ایک ہی مقصد ہوتا ہے جو کہ شیخ عبداللہ العزام شہید کے الفاظ میں یہ ہے:

هِيَ مَيْتَةٌ وَاحِدَةٌ فَلْتَكُنْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ

(موت صرف ایک ہی دفعہ آتی ہے پھر کیوں نہ یہ موت اللہ کے راستے میں آئے۔)

عَلَى سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ٥ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ

٥ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ٥ بِأَكْوَابٍ

وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ٥ لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا

يُنزِفُونَ ٥ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ٥ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا

يَشْتَهُونَ٥

وہ لوگ (سابقون) سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں

(Thrones encrusted with gold) پر ٹیک لگائے آمنے

سامنے بیٹھے ہوں گے۔ اُن کی خدمت میں غلمان (چھوٹے لڑکے)

ہوں گے جو ہمیشہ غلمان ہی رہیں گے، صاف شراب کے جام، آفتاب

اور ساغر لیے پھر رہے ہوں گے۔ جس (شراب) کو پینے سے نہ تو اُن کو

سر درد ہوگا اور نہ اُن کی عقل میں فتور آیگا۔ اور میوے جن کو وہ پسند کریں

گے اور پرندوں کا گوشت، جس قسم کے گوشت کی وہ خواہش کریں گے۔

آیات 15 سے 21 کی تفسیر:

اِن آیات میں مقربین کی جنت کی منظر کشی کی گئی ہے۔ کہ وہ کس طرح کے بچھونوں پر آرام سے بیٹھے مزے کر رہے ہونگے۔ اُن کے پینے کے لیے جنت کی شراب اور طرح طرح کے پھل ہوں گے اور پرندوں کا گوشت۔ وہاں پر مجلسی خدمات کے لیے غلمان (چھوٹے لڑکے) ہوں گے جو اُن کو طرح طرح کے طعام پیش کریں گے اور ہر شخص کو اُس کے پسند کے کھانے اور مشروبات پیش کیے جائیں گے۔ جانوروں کے گوشت میں پرندوں کا گوشت سب سے لذیذ ہوتا ہے اسلئے بالخصوص پرندوں کے گوشت کا ذکر جنت کی نعمتوں میں کیا گیا ہے۔

وَحُورٌ عِينٌ ۝ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ۝ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْواً وَلَا تَأْثِيماً ۝ إِلَّا قِيلاً سَلَاماً سَلَاماً ۝

اور اُن کے لیے بڑی خوبصورت آنکھوں والی حوریں ہونگی۔ ایسی حسین جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی۔ یہ سب کچھ اُن اعمال کے صلہ (Return) کے طور پر انھیں ملے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔ وہاں پر وہ کوئی بیہودہ گفتگو یا گناہ کی بات نہیں سنیں گے۔ صرف سلامتی والی گفتگو ہوگی۔

آیات نمبر 22 سے 26 تک کی تفسیر:

کھانے اور پینے کی ساری لذتیں انسان کے لیے ادھوری ہوتی ہیں اگر اُس کے ساتھ اُس کی شریک سفر نہ ہو۔ بیوی کے ساتھ (Companionship) میں انسان سکون حاصل کرتا ہے۔ انسان کو اپنے جوڑ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اکیلی ذات تو صرف اللہ ہی کی ہے۔ چنانچہ مقربین کو جنت میں دنیاوی بیویاں بھی ملیں گی اور جنت کی حوریں بھی۔ مفسرِ قرآن حضرت مقاتلؒ بن سلیمان الازدی کہتے ہیں کہ "عِیْــن" خوبصورت آنکھوں والی عورت کو کہتے ہیں۔ وہ ایسی حسین ہوں گی کہ جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی (pearls)۔

پھر فرمایا: ﴿ جزاء بما کانو یعملون ﴾

"یہ سب کچھ انھیں اُن اعمال کے صلہ (Return) کے طور پر ملے گا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے۔" اِس کے وہ حقدار ہوں گے اور ربِ کریم لازماً اُن کا یہ حق ادا کرے گا اور اللہ تعالیٰ

سے بڑا بندوں کا قدر دان کوئی نہیں، مثلاً جو شخص صرف اللہ کی رضا کی خاطر اپنی بیوی کو چھوڑ کر میدان جہاد میں جاتا ہے اور وہاں شہید ہو جاتا ہے تو اللہ تعالی اپنے بندے کی قربانی کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اُس نے اللہ کی خاطر اپنی بیوی کی بھی پرواہ نہ کی تو اُس کے بدلے میں اللہ تعالی مرتے ہی حُوروں کے ذریعے اُس کا استقبال کرواتا ہے جیسا کہ احادیث میں بیان ہوا ہے:

حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لِلشَّهِيدِ عِنْدَ اللّٰهِ سِتُّ خِصَالٍ يُغْفَرُلَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيَرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ وَيُوضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَافِيهَا وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ زَوْجَةً مِنَ الْحُورِ الْعِينِ وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ

(راوہ الترمذی وابن ماجة ومثله عند احمد والطبرانی. امام ترمذی کے مطابق یہ حدیث حسن صحیح ہے)

ترجمہ: ”اللہ تعالی کے ہاں شہید کے لئے چھ انعام ہیں:

1-----خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اُس کی بخشش ہو جاتی ہے۔

2-----(موت کے وقت) جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے۔

3-----عذاب قبر سے محفوظ اور قیامت کے فزعِ اکبر (great terror) سے بچ جاتا ہے۔

4-----اُس کے سر پر ”وقار کا تاج“ رکھا جاتا ہے، جس کا ایک نگینہ دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

5-----جنت کی بہتر (72) حوروں سے اُس کا نکاح ہوتا ہے۔

6-----اُس کے ستر (70) عزیزوں کے حق میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔“

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا:

عَنْ ابی ھریرۃ قال: ذُکِرَ الشُّھَدَاءُ عِنْدَ رَسُوْلَ اللہِ فَقَالَ: لاتَجِفُّ الْاَرْضِ مِنْ دَمِ الشَّھِیدِ حَتّٰی یَبْتَدِرَہٗ زَوجَتَاہُ کَاَنَّھُمَا ظِئْرَانِ اَظَلَّتَا وَفِی رِّوَایَۃ اَضَلَّتَا، فَصِیْلَھِمَا بِبِرَاحٍ مِنَ الْاَرْضِ وَفِی یَدِ کُلٍّ وَاحِدَۃٍ مِنھُمَا حُلَّۃٌ خَیْرٌمِنَ الدُّنْیَا وَ مَافِیْھَا ۔ (1)

(الترغیب: 322/2 . مسند احمد: 7757)

"حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ کسی نے حضورؐ کے سامنے شہداء کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: ابھی میدان شہید کے خون سے خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اتنے میں اُس شہید کی جنت سے دو بیویاں (حوریں) اُس کی طرف اُسی تیزی سے آتی ہیں جس طرح دودھ دینے والی اونٹنی صحراء میں اپنے گم شدہ بچے کو پالینے کے بعد (محبت میں) اُس کی طرف آتی ہے۔ اُن میں سے ہر عورت کے ہاتھ میں کپڑوں کا ایک جوڑا ہوتا ہے جو اِس پوری دنیا اور جو کچھ اُس میں ہے اُس سے بہتر ہوتا ہے۔"

مفتی عبداللہ نانا اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اِس حدیث میں حوروں کا اپنے شہید خاوند کے لیے محبت اور گرمجوشی کا ذکر کیا گیا ہے جو اُس دودھ دینے والی اونٹنی کی طرح ہے جسے اپنا بچہ (Baby camel) صحراء میں واپس مل جائے۔

---

1) قال ابن النُّحاس الدمیاطی رحمہ اللہ رواہ ابن ابی شیبۃ وابن ماجہ وھو اسناد حسن، مشارع الاشواق الی مشارع العشاق: 746/2. دار البشائر الاسلامیۃ بیروت

ایک اور حدیث میں آتا ہے۔

عن انس ان رجلا اسود اتی النبیﷺ فقال: یارسول اللہ انی رجل اسود منتن الریح قبیع الوجہ لامال لی فان اَنا قاتلت ھولاء حتی اقتل فاین انا؟ قال فی الجنۃ. فقاتل حتی قتل فاتاہ النبیﷺ فقال قد بیض اللہ وجھک و طیب ریحک و اکثر مالک وقال لھذا اولغیرہ لقد رایت زوجتہ من الحور العین نازعتہ جبۃ لہ من صوف تدخل بینہ وبین جبتہ. (رواہ الحاکم فی المستدرک) (1)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک سیاہ فام شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ سے کہنے لگا: ”اے اللہ کے رسولؐ میں ایک کالی رنگت کا آدمی ہوں، بدشکل ہوں اور میرے جسم سے بدبو آتی ہے۔ میرے پاس دولت بھی نہیں، اگر میں اِن کفار کے خلاف جنگ کروں اور مارا جاؤں تو میرا ٹھکانہ کیا ہوگا؟ رسول اللہ نے فرمایا: ”تمھارا ٹھکانہ جنت میں ہوگا۔“ چنانچہ اُس شخص نے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ شہید ہوگیا۔ جب حضورؐ نے اُس کو دیکھا تو فرمایا: ”یقیناً اللہ تعالیٰ نے تیرے چہرے کو خوبصورت بنا دیا، تیرے جسم کو معطر کر دیا اور تیری دولت میں اضافہ کر دیا۔“ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے یا کسی اور شخص کو کہا:

”بیشک حوروں میں سے اُس کی ایک بیوی کو میں نے دیکھا کہ اُس نے اُس شخص کی اُونی چادر کو اتارا اور وہ حور اُس چادر اور اُس شخص کے درمیان آگئی۔“

---

1) رواہ الحاکم فی المستدرک 2/93 و طبرانی. قال الحاکم رحمہ اللہ صحیح الاسناد واقرہ الذھبی رحمہ اللہ

ابنِ عمرؓ ایک حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ اور آپ کے صحابہ ایک غزوہ کے لیے جاتے ہوئے ایک اعرابی (بدو) کے خیمے کے سامنے سے گزرے۔ وہ اعرابی بھی اُس لشکر میں ساتھ شامل ہوگیا۔ وہ حضورؐ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا لیکن صحابہ کرام اُسے اجازت نہ دے رہے تھے تو حضورؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

دَعُوا لِیَ النَّجْدِیَّ فَوَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهٖ اِنَّهٗ لَمِنْ مُلُوکِ الْجَنَّةِ

(نجد سے آنے والے شخص کو میرے قریب آنے دو۔ خدا کی قسم یہ شخص جنت کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ ہے۔)

میدانِ جہاد میں وہ اعرابی بہت دلیری سے لڑا اور بالآخر شہید ہوگیا۔ رسول اللہ اُس کے سر کے پاس بیٹھے مسکرا رہے تھے کہ اچانک آپؐ نے اپنا چہرہ مبارک دوسری طرف کرلیا۔ صحابہ کرام نے آپؐ سے اس طرح کرنے کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا:

اَمَّا مَا رَاَیْتُمْ مِنْ اِسْتِبْشَارِی، فَلِمَا رَاَیْتُ مِنْ کَرَامَةِ رُوْحِهٖ عَلَی اللّٰهِ، وَاَمَّا اِعْرَاضِیْ عَنْهُ فَاِنَّ زَوْجَتَهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ الْآنَ عِنْدَ رَاْسِهٖ.

(رواه البیهقی) (1)

"جب تم لوگوں نے مجھے مسکراتے دیکھا تو وہ اِس وجہ سے تھا کہ میں نے اللہ کے ہاں اُس اعرابی کی روح کی عزت افزائی دیکھی اور میرا منہ دوسری طرف پھیرنے کی وجہ یہ تھی کہ میں نے دیکھا کہ حوروں میں سے اُس کی ایک بیوی اب اُس کے سرہانے آکر بیٹھ گئی ہے۔"

---

1) امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اِس حدیث کو حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ امام منذری نے بھی الترغیب والترھیب (2 / 273) میں لکھا ہے کہ اِس حدیث کی سند حسن ہے۔ شیخ دمیاطیؒ نے المتجر (صفحہ 520) میں اِس حدیث کی سند کو حسن بتایا ہے اور شیخ ابن نحاس الدمیاطیؒ نے مشارع الاشواق (2 / 767) میں اِس حدیث کو حسن کا درجہ دیا ہے۔

اس سلسلے میں یہاں پر عصرِ حاضر کا ایک واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے جو قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ جب اپریل 1992ء میں بوسنیا میں سربوں نے مسلمانوں کو بے دردی سے ذبح کرنا شروع کیا اور مسلمان بچیوں اور عورتوں کی عزتیں لوٹیں تو اُس وقت پوری دنیا صرف تماشا دیکھ رہی تھی لیکن چند غیرت مند مسلمان بوسینا میں جہاد کے لیے اور مسلمانوں کو بچانے کے لیے بھی گئے۔ اُنہی میں سے ایک ابو معاذ الکویتیؒ شہید بھی تھے۔ ابو معاذ الکویتیؒ کویت کے ایک صوبے کے گورنر کے بیٹے تھے اور کویت کی طرف سے اولمپک ایتھلیٹ (Olympic Athlete) بھی رہ چکے تھے۔ وہ پہلے افغانستان گئے اور چھ سال تک روس کے خلاف جہاد کرتے رہے۔ پھر 1994ء میں بوسینا میں آگئے جہاں آپ کو انصار رضا کاروں کا کمانڈر بنا دیا گیا۔ جولائی 1995ء کے آپریشن مریکل میں انھیں حملہ کرنے والے گروپ میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ اسلئے بہت اُداس تھے۔ آپریشن میں فتح کے بعد ابو معاذ کویتی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر مجاھدین کے گروپ کو منظم کر رہے تھے کہ اچانک کسی سرب فوجی نے نشانہ لیکر اُن کی ران (Upper leg) پر گولی ماری جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے۔ چار دنوں کے بعد مدینہ سے بوسینا آئے ہوئے ایک مجاہد نے ابو معاذ کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجاہدین کی مسجد میں سب سے ملنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔

نوجوان مجاہد نے کہا: ''میں نے دیکھا کہ ابو معاذ سب سے مل رہے ہیں اور اُن کی ٹانگ پر اُس جگہ پٹی بندھی ہوئی ہے جہاں انھیں گولی لگی تھی۔ مجھ بہت غصہ آیا کہ ابو معاذ یہاں کیا کر رہا ہے جبکہ وہ تو شہید ہو گیا تھا، میں نے جا کر اس سے ہاتھ ملایا اور پوچھا:

''ابو معاذ! آپ یہاں پر کیا کر رہے ہیں؟ کیا آپ شہید ہوئے ہیں یا نہیں؟

یہ سن کر ابو معاذ نے سنی ان سُنی کر دی اور کچھ جواب نہ دیا، جب کوئی انھیں دیکھ نہیں رہا تھا تو ابو معاذ نے خاموشی سے وہاں سے نکلنے کی کوشش کی۔ نوجوان مجاہد کو پتہ تھا کہ ابو معاذ نے ایسا کرنا ہے اسلئے وہ دروازے میں انتظار میں کھڑا تھا۔ اتنے میں ابو معاذ مسجد سے باہر نکلے اور ایک

بڑی طشتری (Big plate) پر ابو معاذ کھڑے ہو گئے اور اُس نے فضا میں بلند ہونا شروع کر دیا۔
مدینہ کے نوجوان مجاہد نے بھاگ کر ابو معاذ کی ٹانگ مضبوطی سے پکڑ لی اور اُن سے پوچھا:

''ابو معاذ! مہربانی کر کے مجھے بتاؤ کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ کیا تم شہید ہوئے یا نہیں؟

ابو معاذ نے جواب دیا: ''الحمدللہ میں شہید ہوا ہوں۔''

نوجوان مجاہد نے پوچھا: ''آپ کو کیسا محسوس ہوا؟''

ابو معاذ نے بتایا: ''جس دن ہمارا جنگی آپریشن تھا اُس دن آسمان میں ایک کھڑکی سیدھی جنت کے اندر کھلی اور اُس دن شہید ہونے والے تمام مجاہدین اُس کھڑکی سے گزر کر سیدھی جنت میں داخل کر دیے گئے۔''

نوجوان مجاہد نے ابو معاذ سے پوچھا: ''آپ کو شہادت کے وقت کیسا محسوس ہوا؟''

ابو معاذ نے جواب دیا: ''مجھے ذرا برابر بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ جونہی میں شہید ہوا، جنت سے دو سنہرے بالوں والی (Blonde) گوری حوریں آئیں اور میرے پاس بیٹھ گئیں۔ پھر وہ جنت میں میرے ساتھ گئیں۔''

نوجوان مجاھد نے پوچھا: ''جنت کیسی ہے؟''

ابو معاذ الکویتی نے جواب دیا: ''وہ ایک جنت نہیں بلکہ کئی جنتیں ہیں۔''

نوجوان مجاہد نے پوچھا: ''وہاں پر عیش اور لطف کیسا ہے؟''

ابو معاذ نے جواب دیا: ''ہر روز اور ہر جگہ نیا ہی لطف ہے۔''

اسکے بعد معاذ نے کہا: ''اب مجھے جانے دو۔''

نوجوان نے پوچھا: ''ایک آخری بات۔ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ میں کب شہید

ہوؤنگا؟"

ابومعاذ نے جواب دیا: "اِس کا مجھے علم نہیں۔"

نوجوان نے پھر کہا: "اچھا تو آپ مجھے میری شہادت سے چند روز پہلے خواب میں آ کر بتا سکتے ہیں کہ میں کب شہید ہوؤنگا۔"

ابومعاذ الکویتی نے جواب دیا: "میں کوشش کرونگا۔ اچھا اب مجھے جانے دو۔" (1)

رسول، انبیاء اور شہداء کے علاوہ معاشرے میں اعلائے کلمۃ الحق کی سربلندی کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے والے اور معاشرے میں برائیوں کے خلاف زبانی اور قلمی جہاد کرنے والے مصلحین کا شمار بھی سابقون میں ہی ہوتا ہے اور اللہ کے ہاں اُن کا بڑا درجہ ہے۔

امام قرطبیؒ اپنی کتاب "التذکرہ" میں حضرت ابوھریرہؓ کا اثر بیان کرتے ہیں:

"جنت میں ایک حور ہے جس کا نام "بیجنا" ہے اور ہزاروں خدمت گار لڑکیاں اُس کی خدمت کے لیے ہیں۔ یہ حور کہتی ہے:

اَیْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔

"کہاں ہیں معاشرے میں لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے والے اور لوگوں کو برائیوں سے روکنے والے (کہ میں اُن کا انعام ہوں)۔" (التذکرۃ۔ 555)

---

1) سبز پرندوں کے دلوں میں: بوسینا کے شہداء عزام ریکارڈنگ۔ لندن

فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ٥ وَّطَلۡحٍ مَّنۡضُوۡدٍ ٥ وَّظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ٥ وَّمَآءٍ مَّسۡکُوۡبٍ ٥ وَّفَاکِہَۃٍ کَثِیۡرَۃٍ ٥ لَّا مَقۡطُوۡعَۃٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَۃٍ ٥

اور اصحاب الیمین (داہنے ہاتھ والے) تو کیا کہنے اصحاب الیمین کے! وہ اُن باغوں میں ہوں گے جہاں بغیر کانٹوں کے بیری کے درخت ہیں، تہ بہ تہ کیلوں اور دور تک پھیلی ہوئی چھاؤں اور مسلسل بہتا ہوا پانی اور بکثرت پھل جو نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی۔

آیات نمبر 27 سے 33 تک کی تفسیر:

اب جنتیوں کے دوسرے گروہ اور اُن کی جنت کا ذکر ہے یعنی اصحاب الیمین۔ وہ لوگ جنھیں اُن کا نامہ اعمال اُن کے دائیں ہاتھ (Right Hand) میں دیا جائیگا۔ سورہ التوبہ میں اِن ہی لوگوں کو "مُتَّبِعُوۡنَ بِاِحۡسَانٍ" کہا گیا ہے یعنی وہ لوگ جو ہمیشہ دوسروں کے لئے بھلائی اور نیکی چاہتے ہیں اور پھر بھلائی اور نیکی کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ ان آیات میں اصحابُ الیمین کے لیے تیار کی گئی جنتوں کی زمین کا منظر (Landscape)، اُس کی خوبصورتی اور اُس کے لذیذ پھلوں کا ذکر ہے۔ اِس کے متعلق حدیث میں آتا ہے:

عَنۡ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ فِی الۡجَنَّۃِ لَشَجَرَۃً یَسِیۡرُ الرَّاکِبُ فِیۡ ظِلِّہَا مِائَۃَ عَامٍ لَا یَقۡطَعُہَا وَاِنۡ شِئۡتُمۡ فَاقۡرَؤُا

وَظِلٍّ مَمْدُودٍ وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ (1)

(ترمذی ۔جلد2۔حدیث 1217)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایسا درخت ہے کہ اگر کوئی سوار اُس کے سائے میں سو سال تک بھی چلتا رہے تو طے نہ کر سکے۔ اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو وَظِلٍّ مَمْدُودٍ وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ (اور لمبا سایہ اور پانی بہتا ہوا۔ الواقعہ)"

گویا کہ جنت میں ایسے درخت نہ ہوں گے کہ جیسے دنیا میں ہوتے ہیں کہ بعض اوقات ایک پھل اتارتے ہوئے ایک درجن کانٹوں سے ہاتھ زخمی ہو جاتا ہے۔ جنت کے درختوں میں کانٹے نہ ہوں گے۔ وہاں پر دھوپ کی تپش بھی نہ ہوگی بلکہ دور تک پھیلی ہوئی درختوں کی گھنی چھاؤں ہوگی، جنت کے درختوں پر تہہ در تہہ پھل (Layered-fruits) ہوں گے۔ فَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ کا مطلب ہے کہ وہ پھل کثرت میں بھی بہت ہوں گے اور انواع واقسام میں بھی بہت ہوں گے۔ لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ میں مقطوعة سے مراد یہ ہے کہ جنت کے پھل سدا بہار ہوں گے، ہر موسم میں موجود رہیں گے برخلاف دنیا کے پھلوں کے کہ وہ موسم ختم ہونے پر درختوں پر ختم ہو جاتے ہیں۔ جنت کے پھل کبھی منقطع نہیں ہوں گے۔ اور اُن پھلوں کو کھانے سے کوئی روکنے والا بھی نہیں ہوگا۔ بخلاف دنیا کے پھلوں کے کہ بعض اوقات اُن پھلوں کے نگران اُن کو توڑنے سے منع کرتے ہیں۔

---

1) امام ابوعیسیٰ ترمذی نے اِس حدیث کو حَسَن صَحِيح کا درجہ دیا ہے۔

وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ o إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً o
فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا o عُرُبًا أَتْرَابًا o لِّأَصْحَابِ
الْيَمِينِ o ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ o وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ o

اوراونچے بستر ہوں گے۔ اُن کی بیویوں کوہم خاص طور پر نئے سرے سے پیدا کریں گے اورانھیں باکرہ(Virgins) بنادیں گے،اپنے شوہروں سے محبت کرنے والیاں اورعمر میں ہم سن (Loving and of equal age) ۔ یہ نعمتیں اصحاب الیمین کے لئے ہوں گی۔اُن میں اگلوں میں سے بھی ایک بڑا گروہ ہوگا اور پچھلوں (later generations) میں سے بھی ایک بڑاگروہ۔

آیات نمبر 34 سے 40 تک کی تفسیر:

یہاں پراصحاب الیمین کی بیویوں کاذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے ہیں:

﴿اناانشانھن انشاء فجعلنا ھن ابکاراعربا اترابا﴾

''بیشک ہم اُن عورتوں کوایک خاص انداز میں پیدا کریں گے، پھر ہم اُن کوکنواریاں پیار دلانے والی ہم عمر بنائیں گے۔''

اِس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اِس سے انسانی عورتیں مراد ہیں۔

حضرت کلبی اور مقاتل نے کہا۔ "یعنی یہ دنیا والی عورتیں ہوں گی جو ادھیڑ عمر اور بوڑھی ہوں گی۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ دنیا میں پہلے ان کو پیدا کرنے کے بعد جب وہ ادھیڑ عمر اور بوڑھی ہو جائیں گی تو قیامت کے دن ان کو دوبارہ جوان پیدا کیا جائے گا۔"

پھر فرمایا ہے: عُرُبًا اَتۡرَابًا۔ علامہ ابن القیمؒ اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عُرُبًا جمع عروب وَهُنَّ الْمُتَحَبِّبَاتُ اِلٰى اَزْوَاجِهِنَّ (حادی الارواح)

('عرب' یہ جمع ہے عروب کی اور یہ اُن عورتوں کو کہا جاتا ہے جو اپنے خاوندوں کو پیار کرنے والی ہوں۔)

ابن الاعرابی کہتے ہیں کہ عروب وہ عورت ہوتی ہے جو اپنے خاوند کی فرمانبردار اور اس کی جانب محبوب ہو۔ اتراب، ترب کی جمع ہے اور یہ انسان کے ہم عمر کو کہتے ہیں۔

قال ابو عبیدہ وابو اسحاق اقراہ اسنانهن واحدۃ قال ابن عباس وسائر المفسرین مستویات علی سن واحد ومیلاد الشباب والحسن۔

(حادی الارواح ۲۶۱)

ابو عبیدہ اور ابو اسحاق کہتے ہیں کہ وہ ہم سر اور ہم عمر ہوں گی اور ان کی عمریں ایک جیسی ہوں گی۔ حضرت ابن عباسؓ اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ وہ تمام کی تمام ایک ہی عمر کی (تینتیس سال کی) ہوں گی حسن وجوانی میں۔

ابو اسحاق کہتے ہیں کہ وہ بھرپور جوانی اور حسن والی ہوں گی۔ اور انسان کے ہم عمر کو اس کا ترب اس لیے کہا جاتا ہے کہ زمین کی مٹی ایک ہی وقت میں دونوں کو مس کرتی ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جنتیوں کی عمریں 30 برس کے لگ بھگ ہوں گی:

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ

أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ جُرْدًا مُرْدًا مُكَحَّلِينَ أَبْنَاءَ ثَلَاثِينَ أَوْ ثَلَاثٍ وَثَلَاثِينَ سَنَةً۔

(ترمذی۔ 2/437۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنتی اِس حالت میں جنت میں داخل ہوں گے کہ ان کے جسم اور چہرے پر بال نہیں ہوں گے۔ اُن کی آنکھیں سرمگیں ہوں گی اور ان کی عمر تیس یا تینتیس برس تک ہوگی۔''

تینتیس (33) برس کی عمر کو پختہ جوانی (Young Adulthood) کہا جاتا ہے بخلاف ادھیڑ عمر (Middle Adulthood) جو 40 سے 60 برس کے درمیان ہوتی ہے اور بڑھاپا (Old age) جو کہ 60 برس کے بعد کی عمر کو کہتے ہیں۔ 33 برس کی پختہ جوانی ایک ایسی عمر میں جس میں جسمانی اور ذہنی صلاحیتیں ترقی کرتی ہوئی ایک توازن (balance) میں پہنچ جاتی ہیں۔ 30 برس کی عمر سے پہلے جسم تو جواں ہوتا ہے لیکن ذہنی صلاحیتیں ابھی پختہ نہیں ہوئی ہوتیں۔ American Federation for Aging Research کی تحقیق کے مطابق انسان کی ذہنی صلاحیتیں (Cognitive Abilities) 30 سے 40 برس کے درمیان نقطہ عروج پر پہنچتی ہیں۔ تو گویا جنت میں انسانوں کو وہ عمر عطا کی جائے گی جس میں اُن کے جسم کی تمام صلاحیتیں عروج پر ہونگی اور وہ اُن سے بھرپور لطف اُٹھا سکیں گے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں بیان ہوا ہے:

سوید بن نصر، ابن مبارک، معمر، ہمام بن منبہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں داخل ہونے والے گروہ کے چہرے چودہویں کے چاند کی مانند ہوں گے وہ لوگ نہ تھوکیں گے نہ ناک سنکیں گے اور نہ ہی انہیں حاجت کا تقاضا ہوگا۔ اُن کے برتن سونے کے

ہوں گے اور کنگھیاں سونے چاندی کی جبکہ انگیٹھیاں عود سے ہیں۔ اُن کا پسینہ مشک ہوگا اور پھر ہر شخص کے لیے دو بیویاں ہوں گی جو اتنی حسین ہوں گی کہ اُن کی پنڈلیوں کا گودا تک گوشت کے اوپر سے نظر آئے گا۔ اُن کے درمیان نہ کوئی اختلاف ہوگا اور نہ ان کے دلوں میں بغض۔ نیز اُن کے دل ایک شخص کے دل کی طرح ہوں گے جو صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔"

(ترمذی: 2/428۔ امام ترمذی کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔)

یہاں پر ہم یہ بات بھی واضح کر دیں کہ دنیا کی عورتوں کو جنت کی حوروں پر فضیلت حاصل ہوگی کیونکہ دنیا کی عورتیں اِس دار الامتحان سے کامیاب ہو کر جنت میں داخل ہوئی ہونگی اور یہ بہت بڑا مقام ہے۔

حضرت حبان بن ابی جبلہؒ کہتے ہیں کہ دنیا کی عورتیں جب جنت میں داخل ہوں گی تو اُن کو دنیا میں نیک اعمال کرنے کی وجہ سے حوروں پر فضیلت عطا فرمائی جائے گی (درجہ میں بھی اور خوبصورتی میں بھی)۔

امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْآدَمِيَّاتِ اَفْضَلُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ بِسَبْعِيْنَ اَلْفَ ضَعْفٍ (1)

دنیوی عورتیں حوروں سے ستر ہزار گناہ افضل ہوں گی۔

(تفسیر القرطبی)

---

1) تفسیر القرطبی فی تفسیر سورۃ الدخان، آیۃ 54۔ رُوِیَ ابن مبارک ایضاً

وَأَصۡحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصۡحَابُ الشِّمَالِ ٥ فِیۡ
سَمُوۡمٍ وَحَمِيۡمٍ ٥ وَظِلٍّ مِّنۡ يَحۡمُوۡمٍ ٥ لَّا بَارِدٍ وَلَا
كَرِيۡمٍ ٥ إِنَّهُمۡ كَانُوا قَبۡلَ ذٰلِكَ مُتۡرَفِيۡنَ ٥ وَكَانُوا
يُصِرُّوۡنَ عَلَى الۡحِنۡثِ الۡعَظِيۡمِ ٥

اور اصحابُ الشمال کی بدنصیبی کا کیا پوچھنا۔ وہ گرم ہوا کی لپٹ، کھولتے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جس میں نہ کوئی ٹھنڈک ہوگی اور نہ کوئی آرام۔ یہ لوگ اِس انجام کے پہنچنے سے پہلے بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور گناہِ عظیم (یعنی شرک وکفر) پراصرار کرتے تھے۔

آیات 41 سے 46 تک کی تفسیر:

اِن آیات میں جہنم میں جانے والے لوگ (اصحاب الشمال) کا ذکر ہے جنھیں اُن کا نامہ اعمال بائیں ہاتھ (Left Hand) میں دیا جائیگا۔ یہ لوگ جہنم کی آگ کے شعلوں کی

لپیٹ میں ہوں گے۔ جب گرمی کی شدت کی وجہ سے وہ پانی کی طرف بھاگیں گے تو انھیں کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا۔ ان کے صبح وشام اسی بھاگ دوڑ میں گزریں گے۔ انھیں اگر کوئی سایہ ملے گا بھی تو وہ سیاہ دھویں کا سایہ ہوگا جس میں سایے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یعنی نہ اُس میں ٹھنڈک ہوگی نہ کوئی آرام۔ جہنم میں اُن کی زندگی مسلسل اذیت میں ہوگی اور انھیں کسی پل چین نصیب نہ ہوگا۔

یہ لوگ دنیا کی زندگی میں خوشحال تھے لیکن خوشحالی کا اُن پر اُلٹا اثر ہوا اور بجائے شکر کرنے کے انھوں نے اللہ کی عملی طور پر ناشکری کی یعنی اللہ کے دین (religion) کو کچھ نہیں سمجھا۔ اپنے ذاتی مفادات کو سب سے اوپر رکھا۔ یہ لوگ اِس بات سے بخوبی واقف تھے کہ یہ دینِ حق ہے لیکن چونکہ اُس کی چوٹ اُن کے مفادات (vested interests) پر پڑتی تھی اس لئے اُنھوں نے شرک اور عظیم اخلاقی گناہوں کو نہیں چھوڑا۔ یہ لوگ مسلسل اللہ کی نافرمانی کرتے رہے اور اللہ کی مخلوق کا استحصال کرتے رہے۔

وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَاباً وَعِظَاماً أَئِنَّا
لَمَبْعُوثُونَ ٥ أَوَ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ٥ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِيْنَ
وَالْآخِرِيْنَ ٥ لَمَجْمُوعُونَ إِلَى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ٥
ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ٥ لَاٰكِلُونَ مِن
شَجَرٍ مِّن زَقُّومٍ ٥ فَمَالِؤُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ٥
فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ٥ فَشَارِبُونَ شُرْبَ
الْهِيْمِ ٥ هَذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ٥ نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ
فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ٥

یہ لوگ کہتے تھے: ”جب ہم مر کر خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے
تو کیا (دوبارہ زندہ کر کے) ہم اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے باپ
دادا بھی دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اے نبیؐ اِن لوگوں سے کہہ دیجیے:
”سب اگلے اور پچھلے ایک مقررہ دن ضرور جمع کیے جائیں گے“۔
پھر اے گمراہوں اور جھٹلانے والو! تم زقوم کے درخت سے کھاؤ

گے اور اِسی سے اپنے پیٹ بھرو گے۔ پھر اُس پر کھولتا ہوا پانی تونسے ہوئے اونٹوں کی طرح پیو گے۔ قیامت کے دن یہ اُن کی مہمانی کا سامان ہوگا۔

آیات 47 سے 56 تک کی تفسیر:

یہ لوگ مرنے کے بعد زندہ کیے جانے (Resurrection) کے منکر تھے۔ آج بھی نہ صرف مغرب کے عوام کی اکثریت منکرِ آخرت ہے بلکہ مسلمانوں میں بھی سوشلسٹ یا سیکولر حضرات اور خواتین بلکہ بعض روشن خیال مسلمان بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر مرنے کے بعد زندہ کیے جانے کے منکر نظر آتے ہیں۔ آج جبکہ انسان کے جسم کے خلیوں میں DNA کا بنیادی ڈھانچہ (Double helix structure) دریافت ہو چکا ہے۔ انسان کے جسم کے بنیادی مورثہ (Genome) میں موجود 20,000 سے 25,000 جینز (genes) کی شناخت کرنے کا عظیم پراجیکٹ (Human Genome Project) پایۂ تکمیل کو تقریباً پہنچ چکا ہے۔ آج جبکہ انسان ہی کے جسم سے DNA لیکر اس کی کاربن کاپی (Cloned Copy) بنانے کی کوشش جاری ہے تو آج بھی انسان آخرت میں دوبارہ زندہ ہونے کے منکر ہیں۔ کیا سائنسدان یہ سمجھتے ہیں کہ وہ تو انسان کو Cloning کے ذریعے زندہ کر سکتے ہیں لیکن قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکے گا؟

اللہ تعالیٰ تو نہ صرف اُن دھریوں اور سیکولر روشن خیالوں کو بلکہ اُن کے آباؤ اجداد کو بھی دوبارہ زندہ کر دکھائے گا۔ پھر اُن منکرینِ آخرت کو کھانے کیلئے زقوم کے کانٹے دار اور کڑوے پتے اور پھل دیئے جائیں گے اور کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے انہیں ملے گا جیسے یہ لوگ پیاسا اونٹ کی

طرح پئیں گے۔ ھِیم دراصل اَھْیَم کی جمع ہے۔ اھیم اُس اونٹ کو کہتے ہیں جس کو ''ھیام'' یعنی تونس کی بیماری لگ جائے۔ جس اونٹ کو یہ بیماری لگ جائے وہ پانی پیتا چلا جاتا ہے لیکن اس کی پیاس کسی طرح نہیں بجھتی۔ قرآن بتاتا ہے کہ یہ تو قیامت کے روز اُن کی ضیافت کی ابتداء ہوگی۔ پھر بعد کے عذاب کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ کتنا ہیبت ناک ہوگا۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ جہنم میں جانے والوں کی دو اقسام ہوں گی، ایک فاسق مسلمان اور دوسرے کفار اور منافقین۔ کفار اور منافقین تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے جیسا کہ قرآن میں آتا ہے۔ البتہ فاسق مسلمان جہنم کی سزا کاٹ کر اور اُس کی آگ میں گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل کیے جائیں گے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

عبیدہ، عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُس شخص کو جانتا ہوں، جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا، وہ آدمی ہوگا جو دوزخ سے اوندھے منہ نکلے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ وہ جنت تک پہنچے گا تو اُس کو خیال آئے گا کہ وہ بھری ہوئی ہے چنانچہ وہ لوٹ کر آئے گا اور عرض کرے گا یا رب میں نے اُس کو بھرا ہوا پایا۔ اللہ فرمائیں گے کہ جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جنت میں جائے گا تو اس کو خیال ہوگا کہ بھری ہوئی ہے چنانچہ وہ دوبارہ لوٹ آئے گا اور عرض کرے گا یا رب میں نے اس کو بھرا ہوا پایا۔ اللہ فرمائیں گے کہ جا اور جنت میں داخل ہو جا۔ وہ پھر جنت میں جائے گا تو اس کو خیال ہوگا کہ بھری ہوئی ہے چنانچہ وہ دوبارہ لوٹ آئے گا اور عرض کرے گا کہ میں نے اس کو بھرا ہوا پایا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ''جا جنت میں داخل ہو جا تیرے لیے دنیا کی مثل دس گنا ہے۔'' وہ کہے گا کہ اے اللہ آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں یا ہنسی کرتے ہیں حالانکہ آپ بادشاہ ہیں۔ میں نے رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ ہنسے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور کہا جاتا تھا کہ یہ جنت والوں کا ادنیٰ مرتبہ ہے۔

(صحیح بخاری جلد سوم۔ حدیث 1487۔ کتاب الرقائق)

حَـدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنْ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَخْرُجُ قَوْمٌ مِنْ النَّارِ بِشَفَاعَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُسَمَّوْنَ الْجَهَنَّمِيِّيْنَ

(صحیح بخاری، جلد3، حدیث 1484، کتاب الرقائق)

ابو رجاء، عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہا آپ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے ذریعہ سے ایک جماعت دوزخ سے نکلے گی پھر وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جن کو (جنت کے رہنے والے) جَہَنَّمِیُّون کے نام سے بلائیں گے۔

بعض احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جہنم سے گزر کر جنت میں جانے والے مسلمانوں (جہنمیون) کو جنت سے باہر نہر میں پہلے نہلایا جائے گا لیکن جنت کے لوگ انھیں اُن کی جلد کے رنگ سے پہچان جایا کریں گے کیونکہ جہنم میں کچھ عرصہ گزارنے کی وجہ سے اُن کے جسم کی جلد کا رنگ (Skin Color) باقی جنتیوں سے مختلف ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم جہنم کی آگ میں ایک لمحہ (Split Second) گزارنا بھی برداشت نہیں کرسکتے۔ مزید برآں، اگر ہم جہنم سے گزر کر جنت میں جائیں گے تو پھر ہمیشہ کی زندگی میں ہمارے اوپر "جَہَنَّمِیُّون" کا لیبل (label) چسپاں ہو جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں یہی کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالی اپنے فضل سے ہمیں سیدھا جنت میں داخل کرے اور اسی کے لیے ہمیں نیک اعمال بھی کرنے چاہیں اور برے کاموں سے خود بھی بچنا چاہیے اور دوسروں کو بھی برائی کے کاموں سے رُکنے کی نصیحت کرنی چاہیے۔

نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ٥ أَفَرَأَيْتُم مَّا
تُمْنُونَ ٥ أَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ ٥ نَحْنُ
قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ٥ عَلَى
أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ٥
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَى فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ٥

ہم نے تمہیں (اول بار) پیدا کیا ہے جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے؟ بھلا تم نے یہ بھی کبھی سوچا کہ جو نطفہ تم رحم میں ڈالتے ہو، اُس سے بچہ تم بناتے ہو یا اُس کے بنانے والے ہم ہیں؟ ہم نے تمھارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اِس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ تمھاری مانند کوئی اور مخلوق یہاں لا بسائیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں۔ اپنی پہلی پیدائش کو تو تم جانتے ہو، پھر تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟

آیات 57 سے 62 تک کی تفسیر:

سورہ الواقعہ کی اِن آیات میں اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کا موازنہ (Comparison) کیا گیا ہے۔ اِسی طرح جنت اور جہنم کا موازنہ کیا گیا ہے۔ پھر اگلی آیات میں زندگی کی خصوصیات

بتا کر اُس کی ضد یعنی موت اور جانکنی کی کیفیت کا ذکر کر دیا۔

عربی زبان کا ایک محاورہ ہے: تُعْرَفُ الْاَشْیَاءُ بِأَ ضْدَادِ هَا ۔ ”چیزیں اپنی ضد (Opposites) سے پہچانی جاتی ہیں۔“

قرآن کا ایک نام ”الفرقان“ ہے جس کا مصدر ہے ”فرق“ یعنی ”جدا کرنا“۔ قرآن کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ حق اور باطل میں فرق کرنے والی کتاب ہے۔ اِس کتاب کی حیثیت ایک شمشیر قاطع کی طرح ہے جو حق و باطل اور خیر و شر کے بارے میں انسانی ذہنوں کے الجھاؤ کو دور کر دیتی ہے۔ پروفیسر توشی ہیکو آئیزتسو (Toshihiko Izutsu) جاپان کا ایک عظیم مفکر گزرا ہے جس کی حال ہی میں وفات ہوئی ہے۔ وہ ٹوکیو کی کیو یونیورسٹی (Keio University) میں پروفیسر تھا۔ موصوف کو قرآنی عربی پر بھی زبردست عبور تھا۔ پروفیسر آئیزتسو نے کئی سالوں کی تحقیق کے بعد قرآنی تعلیمات پر ایک کتاب لکھی جس کا عنوان تھا (Ethico-Religious Concepts in the Quran) اِس کتاب میں موصوف نے بتایا کہ قرآن میں (برخلاف دوسری مذہبی کتابوں کے) متقابل نظریات (Theme of Opposites) اور اُن کے روبرو پیش کرنے کا موضوع بہت عام ہے۔ پروفیسر آئیزتسو کے مطابق قرآن جو عالمگیر نظریہ (Quranic Worldview) پیش کرتا ہے اُس کے مطابق انسانوں کے اخلاق و اعمال کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ مثلاً قرآن ”کافر“ کے مقابلے میں ”مومن“ کا لفظ استعمال کرتا ہے کافر وہ ہیں جنھوں نے ”باطل“ کو اپنایا اور مومن وہ جنہوں نے ”حق“ اختیار کیا۔ ”مسلمین“ کے مقابلے میں قرآن ”مجرمین“ کو اُن کی ضد کے طور پر لاتا ہے۔ اسی طرح ”اصحاب الجنة“ کی ضد کے لیے ”اصحاب النار“ کی اصطلاح قرآن استعمال کرتا ہے۔(1)

1) Izutsu, Toshihiko (2002). Ethico-Religious Concepts in the Qur'an. Montreal, McGill-Queen's University Press.

پروفیسر آئیز تسو کا قرآن کے متعلق یہ عمیق تجزیہ حقیقت سے خالی نہیں۔قرآن نے خود اپنے متعلق یہ کہا ہے:

﴿لا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ (سورہ البقرہ:256)

''دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ہدایت صاف طور پر ظاہر اور گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔''

قرآن ایک ایسی وحی الٰہی ہے جو پورے منظر کو منور کر دیتی ہے جس سے ہر چیز صاف صاف نظر آتی ہے اور اپنا اپنا مقام پالیتی ہے۔دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔قرآن انسان کو دونوں راستے دکھا دیتا ہے اور اختیار انسان پر چھوڑ دیتا ہے:

﴿وَهَدَيْنَهُ النَّجْدَيْنِ﴾ (سورہ البلد: 10)

''اور ہم نے اُسے (انسان کو) دونوں راستے دکھا دیئے۔''

اسلام کی ایک اور خصوصیت جو اُسے مذاہب عالم میں ممتاز کرتی ہے وہ ہے موت کے بعد کی زندگی کی تفصیلات اور جنت اور جہنم کے اندر کی منظر کشی۔ یہ چیز اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں نہیں پائی جاتی۔ہندو مذہب میں انسان کو دنیا کی زندگی میں ہی بار بار مختلف شکلوں میں واپس آنے (آواگون) کو اہمیت دی گئی ہے۔پارسیوں کی مذہبی کتاب ''آوستا'' تو صرف چند سو صفحات پر مشتمل ہے جس میں آخرت کی تفصیلات نہیں۔یہودیت اور عیسائیت میں جنت کا تصور اس دنیا پر ہی قائم ہونے کا ہے۔چودھویں صدی عیسوی اور اسکے بعد یورپ میں نشاۃ الثانیہ کے مصورین (Renaissance Artists) میں آخرت کی زندگی کے متعلق کچھ تجسس پیدا ہوا بھی تو انھوں نے زیادہ تر جہنم کو اپنی مصوری (Paintings) میں دکھلایا۔پھر اسی دور میں اطالوی شاعر دانتے (Dante) (1265ء تا 1321ء) نے اپنی مشہور شاعرانہ تخلیق The Divine Comedy لکھی جس میں اُس نے جہنم اور جنت کا نقشہ کھینچا جو کہ بائبل میں موجود نہیں۔بہت عرصہ تک عیسائی دنیا اُس ''جنت اور جہنم'' کے متعلق دانتے کی نظم کی محبت میں گرفتار

رہی لیکن بالآخر سپین کے رومن کیتھولک پادری محقق میگوال آسین پالاسیوز (Miguel Asin Palacios) نے کئی سال کی تحقیق کے بعد 1919ء میں اپنی معرکۃ الآراء کتاب "La Excatologia musulmana en la Divina Comedia" شائع کی جس کا انگریزی ترجمہ "Islam and Divine Comedy" اب شائع ہو چکا ہے۔ اِس کتاب میں پروفیسر آسن نے تاریخی دلائل سے یہ ثابت کیا کہ دانتے نے اپنی نظم "The Divine Comedy" کا تمام پلاٹ اسلامی لٹریچر سے چوری کیا تھا، دانتے نے جنت اور جہنم کے متعلق قرآن واحادیث بالخصوص رسول کریم ﷺ کے واقعہ معراج میں جنت اور جہنم کے مشاہدے کو پڑھا تھا۔ پھر اُس نے امام ابن حزم، ابن رشد اور محی الدین ابنِ عربی کی آخرت کے متعلق کتابوں کو پڑھ کر اُن میں سے ساری تفصیلات کو اپنی نظم میں لکھا اور اِسی علمی چوری (Plagiarism) کا نظم میں کسی جگہ اعتراف نہیں کیا۔(1)

پروفیسر آسن کی کتاب شائع ہونے پر ابتداء میں تو رومن کیتھولک پادریوں، قوم پرست اطالوی عوام اور یورپی عیسائیوں نے شدید تنقید کا نشانہ بنایا لیکن آج یورپی مورخین نے پروفیسر آسن کی دریافت کو قبول کر لیا ہے۔

قرآن وحدیث میں جنت اور جہنم کی اس قدر تفصیلات بیان ہوئی ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین گویا کہ ہر وقت جنت و جہنم کو دیکھ رہے ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ کا فرمان ہے:

لَوْ كَشَفَ الْغِطَاءُ لَمْ ازْدَدْتُ يَقِيْناً

"میری آنکھ سے غیب کا پردہ ہٹا بھی دیا جائے (یعنی جنت و جہنم مجھے نظر آجائیں) تو پھر بھی میرا یقین اب زیادہ نہیں ہوگا" (کیونکہ آپ کو پہلے ہی اتنا پختہ یقین تھا)۔

---

1) Asin, Miguel (2001). Islam and the Divine Comedy. India, Goodword Books.

چنانچہ آیات 57 سے 62 میں خطاب بالخصوص منکرین آخرت کو ہے۔ یہاں اُن کی توجہ انسان کی تخلیق کی طرف توجہ دلائی ہے کہ انسان کی تخلیق کون کرتا ہے۔ انسان تو صرف اپنی بیوی کے رحم میں نطفہ ڈال کر فارغ ہو جاتا ہے۔ پھر یہ منی کا ایک خلیہ (Sperm cell) عورت کے جسم کی تاریکیوں میں نسوانی بیضہ (Ovum) سے مل کر ایک حقیر سا خلیہ بنتا ہے جو Mitosis کے عمل سے دو سے چار سے آٹھ سے سولہ خلیوں میں بدلتا ہے حتیٰ کہ 9 مہینوں میں عورت کے رحم (Womb) میں ایک بچہ وجود میں آتا ہے جس کے جسم میں اربوں خلیے ہوتے ہیں۔ اگر کسی لمحے یہ عمل غلط سمت میں نکل جائے تو انسان کے جسم کو ایسا نقصان ہوتا ہے کہ موروثی بیماریوں (Congenital diseases) کا اُس کے پاس کوعلاج نہیں۔ اسی طرح انسانوں کی موت کا بھی ایک وقت اللہ نے مقرر کر رکھا ہے۔ سائنس اپنی تمام تر ترقی کے باوجود موت پر قابو نہیں پا سکی اور نہ ہی کبھی پا سکے گی۔ اللہ تعالیٰ اِس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ اِن منکرین آخرت کے چہرے مسخ (Disfigure) کر دے یا انھیں جمادات یا نباتات میں تبدیل کر دے یا مٹی میں بدل دے اور وہ اُن کی جگہ کسی اور قوم کو لے آنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یاد کروایا ہے کہ انسان اپنی پیدائش کو تو جانتا ہے کہ کس طرح اُس کو ایک خلیے سے اللہ تعالیٰ نے کامل انسان بنایا۔ کیا یہ معجزہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرنے سے کم عجیب ہے؟ اپنے دنیا میں مکمل صلاحیتوں کے ساتھ آنے کا تو انسان دن رات مشاہدہ کر رہا ہے تو پھر اسے دوبارہ زندہ ہونے میں کیا چیز شک اور حیرانگی میں ڈالتی ہے؟

أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ٥ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ٥ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَاماً فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ٥ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ٥ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ٥

کیا تم نے غور کیا ہے اِس بات پر کہ یہ بیج جو تم بوتے ہو، اُن سے فصلیں تم اُگاتے ہو یا اُن کے اُگانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُن کھیتیوں کو بھُس بنا کر رکھ دیں اور تم صرف یہ کہتے رہ جاؤ کہ افسوس ہمیں تو اُس نقصان کا تاوان دینا پڑے گا بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں سے محروم ہو گئے۔

آیات 63 سے 67 تک کی تفسیر:

انسان کی تخلیق سے ملتی جلتی ایک مثال زمین میں بیج بونے کی ہے جو وجود باری تعالی اور توحید پر دلالت کرتی ہے۔ جس طرح اولاد کی پیدائش میں انسان کا حصہ صرف اتنا ہے کہ وہ رحم مادر میں کچھ بیج بو دیتا ہے اور پھر بقیہ سارے مراحل اللہ کی قدرت سے طے ہوتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالی نے زمین میں یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ اپنی آغوش میں دانے کی پرورش کرے۔ کسان اِس کے علاوہ اور کیا کرتا ہے کہ زمین کو ہل چلا کر نرم کرتا ہے اور اُس میں بیج ڈال کر اسے پانی دے کر نرم کرتا ہے۔ اُس کے بعد نہ کچھ کرتا ہے نہ کچھ کر سکتا ہے۔ اسی بیج کے اندر اللہ تعالی نے یہ علم (Genetic programming) اور صلاحیت رکھی ہے کہ وہ زمین کی حرارت اور رطوبت

سے فائدہ اٹھا کر زمین کا سینہ چیر کر باہر نکلتا ہے۔خوشے نکالتا ہے، پھل اور پھول نکالتا ہے پھر پک کر فصل یا باغ تیار ہو جاتا ہے۔ہر فصل یا پھل کے درخت کا بیج اپنے اندر منفرد موروثی معلومات(Genetic information)رکھتا ہےاور وہی فصل یا درخت اُگتا ہے جس کا بیج بویا جائے پھر اگر اچانک کوئی خدائی آفت آجائے تو سر سبز و شاداب باغ اور لہلہاتی فصلیں فوراً تباہ ہو جاتی ہیں اور انسان صرف ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔یہ سب کچھ اللہ کے کنٹرول میں ہے جو قادر مطلق ہے۔امام ابن کثیر روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا:

"زَرَعْتُ نہ کہا کرو بلکہ حَرَثْتُ کہا کرو" یعنی یہ نہ کہو کہ میں نے اُگایا بلکہ یہ کہو کہ میں نے بویا، اس لیے کہ اُگانا تو خدا تعالیٰ کا کام ہے۔بندہ تو صرف بوتا ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ حدیث سنا کر بھی اسی آیت کی تلاوت کی۔(تفسیر ابن کثیر)

مولانا سید انظر شاہ کشمیری اِس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:"اس حدیث میں اُس ادب(Etiquettes and respect) کی تعلیم دی گئی ہے جو ہر ایک مومن کے دل و دماغ اور زبان پر ہونا چاہیے۔"

(بحوالہ تفسیر ابن کثیر، جلد5، مترجم مولانا محمد جونا گڑھی)

أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ٥ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوْهُ
مِنَ الْـمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ٥ لَـوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ
أُجَاجاً فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ٥

کبھی تم نے غور کیا ہے کہ یہ پانی جو تم پیتے ہو، اِسے تم نے بادل
سے برسایا ہے یا اِس کے برسانے والے ہم ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اِسے
سخت کھاری (Salty and bitter) بنا کر رکھ دیں پھر تم کیوں شکر ادا نہیں
کرتے؟

آیات 68 سے 70 تک کی تفسیر:

پھر اللہ تعالی نے انسان کو اس بات پر غور وفکر کی دعوت دی ہے کہ پانی جیسی عظیم نعمت کا برسانا اور اسے کڑوا ہونے سے بچانا بھی اللہ ہی کی مہربانی ہے۔ پانی کے بغیر زمین مردہ ہوتی ہے اس کی دلیل کے لیے صحراؤں کا مشاہدہ ہی کافی نہیں بلکہ اگر ہم سورج کے گرد دوسرے سیاروں مثلاً مریخ، زہرہ، عطارد کی خلائی تصاویر (Satellite photographs) کو دیکھیں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ زمین کے علاوہ باقی سیاروں میں سب سے بڑا فرق پانی کا ہے۔ زمین کے علاوہ باقی سیاروں پر اول تو پانی موجود ہی نہیں اور اگر بعض سیاروں پر پانی موجود بھی ہے (مثلاً Jupiter, Mars, Neptune, Uranus وغیرہ) تو سورج سے دوری کی وجہ سے

پانی جمی ہوئی (frozen) صورت میں ہے جس کی حیثیت پتھر سے زیادہ نہیں۔ اسلئے زمین کے علاوہ باقی سیاروں پر نباتات (Plants) کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔ مزید برآں، اللہ تعالیٰ نے پانی کی تین حالتوں یعنی مائع (Liquid)، گیس (Gas)، اور ٹھوس (Solid) میں ایسی خصوصیات رکھ دی ہیں جن کی بنا پر اِس دنیا میں زندگی قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پانی میں یہ خصوصیت رکھی ہے کہ جب اِس کو گرم کیا جاتا ہے اور یہ بھاپ (Gas vapours) میں تبدیل ہوتا ہے تو چاہے پانی میں کتنے ہی نمکیات (Salts) موجود ہوں اور وہ پانی کتنا ہی نمکین یا کڑوا ہو لیکن اُس پانی سے جو بھاپ ہوا میں اٹھتی ہے اُس میں نمک کا ایک ذرہ بھی شامل نہیں ہوتا کیونکہ پانی کے ذرے (Water Molecules) ہلکے ہوتے ہیں اور نمکیات کے ذرے (Salt Molecules) بھاری ہوتے ہیں۔ چنانچہ بھاپ کا پانی (water vapours) میٹھا ہوتا ہے نمکین بلکہ کڑوے پانی پر مشتمل سمندر میں سے ہزاروں ٹن وزنی میٹھا پانی بھاپ بن کر بادل بن جاتا ہے۔ پھر بارش کا پانی بادلوں اور فضا سے اپنے اندر نائٹروجن (Nitrogen) اور دیگر گیسوں کے مرکبات سمیٹ لیتا ہے جو پودوں کی پرورش اور پھل پھول پیدا کرنے میں نہایت مددگار ہوتے ہیں خصوصاً جب بادلوں میں بجلی (Sky thunder) کڑکتی ہے تو اُسکے اثر سے فضا میں موجود نائٹروجن اور آکسیجن کے ملنے سے نائٹرک آکسائیڈ (Nitric oxide) بن جاتا ہے جو پانی میں حل ہو کر زمین پر گرتا ہے اور قدرتی کھاد کا کام دیتا ہے جس سے زمین کی زرخیزی میں اضافہ ہوتا ہے۔

مزید برآں، زمین کے نمکین پانی سے بادلوں کی صورت میں میٹھا پانی خشکی پر رہنے والے جانوروں کے لیے زندگی کا باعث بنتا ہے جسے انسان اور جانور پیتے ہیں۔ بقیہ پانی پہاڑوں، نہروں اور میدانوں سے رگڑ کھاتا ہوا اور زمین کی آلودگیاں جمع کرتا ہوا بالآخر

سمندر میں جا گرتا ہے اور وہاں آلودگیاں چھوڑ کر میٹھا پانی پھر بھاپ بن کر اُوپر چڑھ جاتا ہے اور بادل بن جاتا ہے۔ اس طرح تمام آلودگیاں سمندر کے پانی میں جمع ہوتی رہتی ہیں اور یہ سخت کڑوا (Salty and bitter) ہو جاتا ہے۔ اگر پانی کو صاف کرنے کا یہ عمل اللہ تعالی مسلسل جاری نہ رکھے تو اس دنیا میں انسان، جانور اور نباتات کوئی بھی زندہ نہ رہ سکیں۔ اس نعمت پر انسان کے لیے اللہ کا شکر ادا کرنا لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی پی کر فرمایا کرتے تھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ سِقَانَاهُ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ يَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا

(تفسیر ابن کثیر) (1)

(اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں میٹھا اور عمدہ پانی اپنی رحمت سے پلایا. اور ہمارے گناہوں کی خاطر اسے کھاری اور کڑوا نہ بنایا۔)

---

1) تفسیر ابن کثیر، جلد۵، صفحہ۱۹۰۔تفسیر ابن ابی حاتم ۔اِس مرفوع حدیث کو امام طبرانی نے الدعاء للطبرانی میں بھی روایت کیا ہے (حدیث 826)۔ الدعاء للطبرانی میں اِس حدیث کی سند حسن ہے کیونکہ اسکے تمام راوی ثقہ ہیں۔

أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ۝ أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِؤُونَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ۝ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝

کبھی تم نے اِس آگ پر غور کیا ہے جسے تم سلگاتے ہو۔تو اِس کے لیے لکڑی تم نے پیدا کی یا ہم نے؟ ہم نے اُس کو یاددھانی کا ذریعہ اور مسافروں کے لیے فائدے کی چیز بنایا۔ پس اے نبیؐ آپ اپنے ربِّ عظیم کے نام کی تسبیح بیان کیجیے۔

آیات 71 سے 74 تک کی تفسیر:

دنیا میں آگ کے اندر اللہ نے انسان کے لیے بے شمار فوائد رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لیے آگ کو اُسکے کنٹرول میں رکھا۔اِس نعمت کا اندازہ اِس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب کبھی آگ انسان کے کنٹرول سے باہر ہو تو بے اندازہ نقصان کا باعث بنتی ہے اور جو کچھ اُس کے راستے میں آتا ہے اُس کی تہس نہس کر کے اُس کا نشان مٹا دیتی ہے۔

اسی آگ سے انسان اپنا کھانا پکانے کا کام کرتا ہے۔ اسی آگ میں لوہے کو پگھلا کر انسان اپنے لیے ہتھیار بناتا ہے اور اپنا دفاع کرتا ہے۔ اسی آگ میں لوہے کو پگھلا کر اپنی معاش کے لیے اوزار بناتا ہے۔ اسی آگ میں سونے کو کندن بنا کر خوبصورت زیورات بناتا ہے۔ اسی آگ سے سردی میں انسان اپنے جسم کو گرم رکھنے کے لیے سامان کرتا ہے۔ اسی درختوں کے ایندھن سے انسانی تہذیب نے ترقی کی ہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ اِس آگ کو اللہ تعالیٰ نے یاددہانی کا ذریعہ بھی بنادیا ہے یعنی اسے دیکھ کر جہنم کی آگ یاد کی جاسکتی ہے اور اس سے بچنے کے لیے اس دنیا میں کوشش کرنی چاہیے۔

امام ابن کثیرؒ حضرت قتادہ سے ایک مرسل حدیث روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمھاری یہ دنیا کی آگ، دوزخ کی آگ کا سترواں (70th) حصہ ہے۔ لوگوں نے حضورؐ سے کہا کہ یہ دنیا کی آگ ہی بہت کچھ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"ہاں پھر سترواں حصہ بھی دو مرتبہ پانی سے بجھایا گیا۔ اب یہ اِس قابل ہوا ہے کہ تم اِس سے نفع اُٹھا سکو اور اس کے قریب جا سکو۔" (ابن کثیر) (1)

---

1) امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ مرسل حدیث مسند میں ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۝ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ ۝ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۝ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ۝ لَّا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۝

پس نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے گرنے کے ٹھکانوں کی! اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے۔ بے شک یہ ایک بلند پایہ قرآن ہے۔ ایک محفوظ کتاب میں درج ہے جسے پاکیزہ ہستیوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔

آیات 75 سے 79 تک کی تفسیر:

جمہور علماء کے مطابق جب قرآن میں اللہ تعالیٰ کسی چیز کی قسم کھاتا ہے تو اِس سے اُن چیزوں کی عظمت کا اظہار مقصود ہوتا ہے۔ پھر اِس آیت میں مزید یہ بھی فرمادیا کہ اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے ﴿وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمٌ﴾

مفسرِ قرآن ابنِ جریر کے مطابق:

فَالْمُرَادُ مِنَ الْمَوَاقِعِ هٰهُنَا الْمَغَارِبُ كَمَا جَاءَ فِي رِوَايه عَن قَتَادَه وَعِنْدَ الْبَعْضِ نُجُوْمُ الْقُرْآن۔ (جامع البيان للطبرى) (1)

---

(1) جامع البیان فی تاویل القرآن، ابن جریر طبری ج 23 ص 184 دار الکتب العلمیۃ، بیروت

"یہاں پر "مواقع" سے مراد غروب ہونے کے ٹھکانے یا جگہیں ہیں جیسا کہ قتادہ کی روایت میں ہے اور بعض علماء کے مطابق اِس سے مراد قرآن کی آیات کے مواقع (Positions) ہیں۔"

دراصل النجم "عربی زبان میں نہ صرف ستاروں کو کہتے ہیں بلکہ اِس سے مراد قرآن کی آیتیں بھی ہیں ۔علامہ ابن کثیرؒ کے مطابق "نجوم" سے مراد قرآن کا بتدریج اترنا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ اِس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قرآن کے بلند پایہ کتاب ہونے پر مَوَاقِعُ النُّجُوم کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ عالم بالا میں اجرام فلکی کا نظام جیسا محکم اور مضبوط ہے ویسا ہی مضبوط اور محکم یہ کلام بھی ہے۔"
(تفسیر ترجمان القرآن) (1)

یعنی بظاہر یہ ستارے بکھرے ہوئے نظر آتے ہیں جبکہ اُن میں کمال درجہ کا ربط وضبط قائم ہے ۔اسی طرح قرآن کی آیات (انجوم) میں بھی کمال درجہ کا نظم (Coherence) پایا جاتا ہے۔ تاہم پچھلے چند سالوں میں ھُبل خلائی خوردبین (Hubble space telescope) کے خلاء میں بھیج کر اُس سے خلاء کا مشاہدہ کرنے اور دیگر جدید آلاتِ فلکیات کی وجہ سے دور بعض دوسری کہکشاؤں میں ستاروں کی موت کا مشاہدہ کیا گیا ہے جسے Black Hole phenomenon کہتے ہیں۔ اِن شواہد کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ ان آیات میں یقیناً بہت بڑے معاملے کی بات ہو رہی ہے اگر ہم سمجھیں۔

امام راغب اصفہانیؒ اپنی کتاب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں: "الوقوع" سے مراد نیچے گرنا ہے چنانچہ محاورہ ہے: وَقَعَ الطَّيْرُ وُقُوْعًا ۔(پرندہ نیچے گر پڑا) ستارے کا گرنا

---

1) تفسیر ترجمان القرآن، ابوالکلام آزادؒ۔ جلد۳، اسلامی اکادمی، لاہور

دراصل اُس کا اُفق سے ہمیشہ کے لیے غائب ہو جانے کے مترادف ہوتا ہے۔"

عصرِ حاضر کے مفسرِ قرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ اِن آیات کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

"آج سے پہلے ہم اِس کے متعلق کچھ بھی کہہ سکتے ہیں لیکن آج ہمیں اِس کا کچھ کچھ اندازہ ہوا ہے۔ کائنات کے اندر Black Holes ہیں جن میں بڑی بڑی کہکشائیں (Galaxies) گم ہو جاتی ہیں بڑے بڑے ستارے، ہمارا سورج (ستارہ) تو کچھ بھی نہیں ہے سورج سے کروڑوں گنا بڑا ستارہ بھی بلیک ہول میں ایسا گم ہوتا ہے کہ اس کا نام ونشان نہیں رہتا۔ بلیک ہول کے قریب سے بھی کوئی چیز گزر جائے تو وہ اسے اپنے اندر کھینچ لیتا ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا سورہ النجم میں ارشاد ہوتا ہے: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ﴿ (اور ستارہ جب ٹوٹ گرتا ہے)۔

اور ایک تو یہ جو ہم دیکھتے ہیں شہاب ثاقب یہ تو اور شے ہیں جیسا کہ قرآن میں کئی جگہوں پر آیا ہے کہ یہ شہاب ثاقب شیاطین جن کو بھگانے کے لیے ہوتے ہیں لیکن اس کائنات میں بڑے بڑے ستارے معدوم (Disappear) ہوتے ہیں اور نئے ستارے وجود میں آتے ہیں۔ نئی galaxies وجود میں آ رہی ہیں، پرانی galaxies ختم ہو گئی ہیں۔ وہ کہاں گئیں؟ وہ بلیک ہول میں چلی گئیں۔ واللہ اعلم! لیکن جس شان کے ساتھ یہاں اس کا ذکر ہوا ہے: فَلَا أُقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ ﴿ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿ (اور یہ یقیناً ایک بہت بڑی قسم ہے اگر تمھیں معلوم ہو جاتا)۔ ظاہر بات ہے کہ آج اگر کچھ معلوم ہو رہا ہے، تھوڑا سا، تو چودہ سو سال پہلے کہاں معلوم تھا کہ ستارہ کہاں ڈوبتا ہے کہاں جاتا۔ اُس وقت تو شہاب ثاقب کو ہی اِس آیت کا مفہوم سمجھا ہو گا۔ اصل بات یہ ہے کہ قرآن کے Text کا جو مفہوم ہزار سال پہلے سمجھا گیا وہ ہم پر binding نہیں ہے۔ ہاں قرآن کا جو عملی پہلو ہے، حلال اور حرام کے احکامات ہیں، وہ وہی ہیں جو پہلے لوگوں (Earlier Generations) نے سمجھے ہیں، اس

کے لیے تو ہمیں پیچھے جانا ہوگا:

ع دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام کی

قرآن کو اسلاف نے کیا سمجھا، اُن سے پچھلوں نے کیا سمجھا، صحابہ نے کیا سمجھا اور محمد الرسول اللہ ﷺ نے کیا سمجھایا۔ جہاں تک دین کا عملی پہلو ہے، پیچھے سے پیچھے یہاں تک کہ اپنے آپ کو محمد الرسول اللہ ﷺ کے قدموں میں پہنچادیں۔دیکھیں یہ سائنٹیفک عوامل یہ "Creation of Universe" تاریخی حوالے، کبھی ہماری embryology (علم الجنین) کی سائنس سے متعلق باتیں ہیں، کہیں Astronomy یا Cosmology سے متعلق حقائق ہیں۔۔۔آپ حکمت میں، سائنس میں آگے سے آگے بڑھیے اور عمل میں پیچھے سے پیچھے جایئے حتیٰ کہ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس بات پر میرا عمل ہے اور میرے صحابہ کا عمل ہے۔زیادہ سے زیادہ کوشش ہو کہ اُن کے قریب سے قریب تر ہوں۔"(1)

جب کسی ستارے کی موت کا وقت آتا ہے اور اُس کا ایندھن ختم ہونے لگتا ہے تو پہلے اُس کا درجہ حرارت بڑھ جاتا ہے۔ایندھن ختم ہونے کے بعد اُس کے اندر کا دباؤ زیادہ ہو جاتا ہے۔اُس وقت اُس کے اندر کی ثقل کی کشش (Gravitational Pull) اتنی بڑھ جاتی ہے اور وہ اپنی کشش کے زور سے اندر کی طرف سکڑنا شروع ہو جاتا ہے اور سکڑنے کا یہ عمل اِس قدر شدید ہوتا ہے کہ زمین سے کروڑوں گنا بڑا استارہ گھٹتے گھٹتے ممکن ہے کہ حجم میں زمین سے بھی چھوٹا ہو جائے۔اُس وقت اُس ستارے کے اندر کی کشش اور کثافت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اگر اس کے اندر ایک اڑھائی کلوگرام (2.5 kilogram box) ڈبا جائے تو اُس کا وزن بڑھ کر پہلے ٹریکٹر جتنا پھر بس جتنا پھر ٹرین جتنا حتیٰ کہ بالآخر اُس کا وزن سمندر جتنا ہو جاتا ہے پھر وہ

---

1) تفسیر سورہ الواقعہ۔ بیان القرآن۔ ڈاکٹر اسرار احمد کراچی 1998ء

فنا ہو جاتا ہے۔ بجھے ہوئے ستارے میں کششِ ثقل (Gravitational Pull) اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے ستاروں (Stars) اور سیاروں (Planets) بلکہ دیگر اجرام مثلاً چاند (Moons) کو کھینچ کر اپنے اندر ہضم کر لیتا ہے۔ جب اللہ کے حکم سے سورج کی موت آئیگی تو سورج بھی بجھ (extinguish) جائے گا اور چاند اور زمین کو اپنے اندر ہضم کر لیگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذَاالشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ o وَاِذَاالنُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ o

(سورہ التکویر:1,2)

(جب سورج بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے)

اور سورہ القیامۃ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یَسۡـَٔلُ اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیَامَۃِo فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ o وَخَسَفَ الۡقَمَرُ o وَجُمِعَ الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ o (سورہ القیامۃ: آیات 6-9)

(وہ پوچھتا ہے: "آخر کب آتا ہے قیامت کے دن؟ پھر جب آنکھیں (خوف سے) پتھرا جائیں گے اور چاند بے نور ہو جائیگا اور چاند سورج ملا کر ایک کر دیئے جائیں گے۔)

تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ○ أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ أَنتُم مُّدْهِنُونَ ○ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُونَ ○

یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ تو کیا تم لوگ اِس کلام سے بے اعتنائی برتتے ہو اور اس کی تکذیب کو اپنی غذا بنا رہے ہو۔

آیات 80 سے 82 تک کی تفسیر:

ترمذی میں ان آیات کی تفسیر میں رسولِ کریم کا فرمان آتا ہے:

عن علی رضی اللّٰہُ عَنہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْنَ قَالَ شُکْرُکُمْ تقولُون مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَکَذَا وَبِنَجْمِ کَذَا وَکَذَا . (ترمذی ، حدیث 1219۔یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَکُمْ اَنَّکُمْ تُکَذِّبُوْن الایۃ (اور اپنا حصہ تم یہی لیتے ہو کہ اس کو جھٹلاتے ہو۔) پھر فرمایا کہ تم اپنے رزق کا شکر یوں ادا کرتے ہو کہ تم کہتے ہو کہ فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی۔

اسی طرح یہ بات بھی قرآن سے پیٹھ پھیرنے اور اللہ کی نافرمانی کرنے میں شامل ہے کہ انسان اللہ کے دیئے ہوئے رزق کی ناشکری حرام کی کمائی کر کے کرے مثلاً رشوت، فراڈ، غبن، فلموں اور موسیقی کے کاروبار، ایسی NGOs میں نوکری کرنا جن کا کام مسلمان شہریوں کی جاسوسی کرنا ہو، سود پر قرضے لینا اور دینا، اپنی بچیوں یا بیوی کو ایسے پیشے میں ڈالنا جہاں اُن کی واضح طور پر بے پردگی ہوتی ہو، وغیرہ یہ سب حرام کی آمدن کے کام ہیں اور اُن سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ ٥ وَأَنتُمْ حِينَئِذٍ
تَنظُرُونَ ٥ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَكِن لَّا
تُبْصِرُونَ ٥ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ٥
تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ٥ فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ
الْمُقَرَّبِينَ ٥ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّةُ نَعِيمٍ ٥ وَأَمَّا إِن
كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ٥ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ
أَصْحَابِ الْيَمِينِ٥ وَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ
الضَّالِّينَ ٥ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيمٍ ٥ وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ ٥
إِنَّ هَذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِينِ ٥ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ
الْعَظِيمِ٥

اگر تم سمجھتے ہو کہ تم کسی کے محکوم نہیں ہو تو جب مرنے والے کی روح حلق تک پہنچ چکی ہوتی ہے اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہوتے ہو کہ وہ مر رہا ہے، اُس وقت اُس کی نکلتی ہوئی روح کو واپس کیوں نہیں لے آتے؟ اُس وقت ہم اُس مرنے والے کے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر

تمھیں نظر نہیں آتے۔ پس تم اگر کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اور تم اِس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر اُس روح کو واپس کیوں نہیں لے آتے؟

پھر وہ مرنے والا اگر مقربین (سابقون) میں سے ہو تو اس کے لیے راحت اور عمدہ رزق اور نعمت بھری جنت ہے۔ اور اگر مرنے والا اصحاب یمین میں سے ہو تو اُس سے کہا جائے گا کہ تیرے لیے امن وسلامتی ہے کہ تو داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے۔ اور اگر مرنے والا اُن جھٹلانے والے گمراہ لوگوں میں سے ہوا تو کھولتے ہوئے (اُبلتے ہوئے) پانی سے اُس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا۔ بے شک یہ ساری باتیں سچی اور یقینی ہیں تو اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔

آیات 83 سے 96 تک کی تفسیر:

پچھلی آیات میں ستاروں کی موت (Black Hole Phenomenon) کا ذکر تھا۔ اب اِن آیات میں انسانوں کی موت کے لمحات کا ذکر ہے۔ پہلے ستاروں کی قیامت کا ذکر تھا اب انسانوں کی انفرادی قیامت کا ذکر ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے:

"لوگو! قیامت کو دور مت سمجھو۔ جو شخص مر گیا اُس کی قیامت آ گئی۔"

اللہ تعالیٰ انسان سے مخاطب ہے کہ یہ کیا انسان اِس قرآن سے منہ موڑ رہا ہے جبکہ یہ قرآن ساری کائنات (universe) کے مالک کا بھیجا ہوا ہے اور اس قرآن کو ماننے سے

انکار کر رہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے موت کے آخری لمحات کا نقشہ کھینچ کر انسان کو یاد کرایا ہے کہ جب جان کنی کی کیفیت ہوتی ہے تو مرتے ہوئے انسان کو دنیا کے تمام میڈیکل آلات کی موجودگی (Life Support Equipments) کے باوجود مرنے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ جو مریض کومے (Coma) میں چلے جاتے ہیں اُن میں سے شاید ہی کوئی ہوش میں واپس آتا ہے۔ انسان مرنے والے کی زندگی واپس لانے میں بے بس ہیں۔ جب انسان نزع کے عالم میں ہوتا ہے تو سب لوگ پاس بیٹھے دیکھ رہے ہوتے ہیں لیکن کچھ کر نہیں سکتے۔ اُس وقت روح قبض کرنے والے فرشتے (جنھیں مرنے والے شخص کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا) وہ اُس مرنے والے سے اردگرد موجود لوگوں کے مقابلے میں زیادہ قریب ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جدید میڈیکل سائنس کی تحقیقات اور مشینوں کی وجہ سے انسانوں کی متوسط عمروں میں کچھ اضافہ ہوا ہے (بالخصوص ترقی یافتہ ممالک میں) لیکن لوگ بیماریوں سے محفوظ نہیں بالخصوص جب کسی کی موت کا وقت آجائے۔ امریکہ کی یونیورسٹی آف ساؤتھرن کیلیفورنیا کی خاتون محقق آئی لین کرمنز کی نئی ریسرچ جو جرنل آف جیرونٹالوجی میں شائع ہوئی کے مطابق امریکہ میں متوسط عمریں بڑھنے کا یہ مطلب نہیں کہ لوگوں کی بڑھاپے میں صحت بہتر ہوئی ہے۔ وہ اپنی تحقیق کے آخر میں قمطراز ہیں:

"We do not appear to be moving to a world where we die without experiencing significant periods of diseases, functionality loss and disability." (1)

(ایسا نظر نہیں آتا کہ ہم اُس سمت میں ترقی کر رہے ہیں کہ ہم بیماریوں اور معذوریوں کے بغیر وفات پاسکیں۔)

---

1) Crimmins, Eileen. M., Betren-Sanchez, Hiram (2011) "Mortality and Morbidity Trends: Is there Compression of Morbidity?" Journal of Geronotology, Vol. 66B, Issue 1, P.75-86

اُس پر مستزاد یہ کہ زندگی کو سہارا دینے والے میڈیکل آلات (Life Support Equipments) بھی عام طور پر مرنے کے قریب انسان کو صرف عارضی سہارا دیتے ہیں، اُس کی زندگی کی کوالٹی کو بہتر نہیں بلکہ بدتر بنا دیتے ہیں اور جس کی جان حلق تک پہنچ جائے اُسے دنیا کی کوئی میڈیکل ٹیکنالوجی نہیں بچا سکتی۔

مندرجہ بالا آیات میں سکراتُ الموت یعنی موت کی آخری گھڑیوں کا ذکر ہے۔ پھر اُس کے بعد انسانوں کے اُنہی تینوں گروہوں کا ذکر ہے جن کا ذکر سورت کی ابتداء میں ہوا تھا، کہ مرنے کے وقت اُن کی کیا کیفیت ہوگی اور اُن کا استقبال کس طرح ہوگا۔ سورۃ ق میں بھی سکرات الموت کا ذکر ہے۔

﴿ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴾

(سورۃ ق:19)

"پھر دیکھو وہ موت کی جاں کنی حق لے کر آ پہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔"

موت کی آخری گھڑیاں انسان کے لیے نہایت اہم ہوتی ہیں کیونکہ یہ دنیا اور آخرت کی درمیانی منزل (Transition) ہوتی ہیں۔ اسی لیے انسان نزع کے عالم میں بے ہوش ہوتا ہے پھر ہوش میں آتا ہے پھر بے ہوش ہوتا ہے پھر ہوش میں آتا ہے۔ دراصل انسان کی پیدائش کا وقت اور موت کا وقت چونکہ ایک دنیا سے دوسری دنیا کی طرف سفر ہوتے ہیں اس لیے یہ بہت بحرانی (Critical) دور ہوتے ہیں۔ اسی کی طرف سورہ مریم میں ارشاد ہے جب حضرت یحیٰؑ اور پھر عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا گیا:

﴿ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴾

(سورہ مریم آیت:15)

''سلام اس پر جس روز کہ وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس دن وہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے۔''

یقیناً یہ تینوں اوقات سلامتی چاہنے کے ہی ہوتے ہیں۔اسے اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ ہوائی جہاز،خلائی شٹل (Space Shuttle)،راکٹ (Space Rockets)وغیرہ سب کے لیے سب سے نازک وقت اُن کے اڑنے (Take-off) کا اور واپس زمین پر اترنے (Landing) کا ہوتا ہے۔اعدادوشمار ہمیں بتاتے ہیں کہ ہوائی جہازوں اور خلائی شٹل کے 50% حادثات Take off اور Landing کے دوران ہوتے ہیں۔انسان کے مرنے کا وقت بھی اس دنیا سے (Take off) کرنے اور اگلی دنیا (Hereafter)یعنی آخرت میں (Landing) کرنے کا ہوتا ہے۔انہی آخری لمحات کے متعلق میاں محمد بخش پنجابی صوفی شاعر نے کہا تھا:

پھس گئی جان شکنجے اندر جیوں ویلن وچ گنا
رو نوں کہو ہن رو محمد، ہن جے روے تے مناں
(سیف الملوک)

موت کی آخری گھڑیاں اس قدر اہم ہوتی ہیں کہ اُس وقت انسان کی اصل شخصیت ظاہر ہو جاتی ہے۔جب اُس کی روح موت کی دستک سنتی ہے تو اس شخص کی اصل شخصیت بے حجاب ہو کر دنیا کے سامنے آجاتی ہے۔برطانیہ کی قدیم عدالتوں (Medieval Courts) تک میں یہ اصول قانون گواہی میں موجود تھا:

Nemo moriturus praesumitur mentiri

(A dying person is not presumed to lie.)

یعنی ''جو شخص موت کے دروازے پر کھڑا ہو وہ جھوٹ نہیں بولتا۔''

یہی نہیں بلکہ اب بھی امریکہ کی عدالتوں میں یہ قانون موجود ہے:

"A Dying Declaration is a statement made with a sense of impending death, and for this reason it is to be considered as equivalent to a statment made under the oath."   (1)

(موت کے وقت دیا گیا بیان دراصل ایک ایسا بیان ہوتا ہے جو اِس احساس کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ موت اُس شخص کے سر پر کھڑی ہے اور اس لیے اُس کی حیثیت حلفیہ بیان جیسی ہوتی ہے۔)

ایک دوسری قانونی دستاویز میں لکھا ہے:

"The reliability of a dying declaration is based on the permise that no one "who is immediately going into the presence of his Maker will do so with a lie upon his lips." (2)

(موت کے وقت دیئے گئے بیان کے قابلِ اعتماد ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص بھی جو فوراً اپنے خالق کے پاس جارہا ہے وہ اپنے ہونٹوں پر جھوٹ لیکر نہیں جائیگا۔)

انسان کے آخری لمحات کے متعلق مشہور ایرانی ماہرِ علم عمرانیات (Sociologist) ڈاکٹر علی شریعتی لکھتے ہیں:

"Man always has a veil over his face. It is on the deathbed that you find an opportunity to see the real face of every person!... As soon as man smells death, he becomes cordial and sincere. One reveals his real self on his death bed. It is an event of such magnanimity that all

---

1) Reference: Crittendon v. State, 157 Tenn, 403, 8 S.W. 2d 371 (1988); Dickason v. State, 139 Tenn, 601, 202 S.W. 2d 922 (1918)

2) Reference: Luch, L.J., Regina v. Osman, 15 Cox C.C.1,3(Eng.1881)

other matters become insignificant in comparison. The soul steps out from its hiding place, where it had concealed itself all throughout life from the public view."(1)

(اکثر انسانوں کے چہرے پر ایک حجاب ہوتا ہے۔بسترِ مرگ ایک ایسی جگہ ہوتی ہے جہاں پر ہم انسان کا اصل چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔۔۔جونہی انسان موت کی بُو سونگھتا ہے تو وہ مخلص بن جاتا ہے۔انسان بسترِ مرگ پر اپنی اصلیت دکھا دیتا ہے۔(موت کی آخری گھڑیاں) اتنا بڑا واقعہ ہوتی ہیں کہ ہر چیز اُن کے سامنے مرنے والوں کو ہیچ نظر آتی ہے۔روح جس نے تمام عمر اپنے آپ کو پبلک کی نظروں سے چھپایا ہوتا ہے وہ اپنی چھپنے والی جگہ سے نکل کر باہر آجاتی ہے)

یہی وجہ ہے کہ جب اصحاب الشمال(D&F Graders)کے مرنے کا وقت آتا ہے تو اُن کی شخصیت کا اصل چہرہ بے نقاب ہو جاتا ہے۔موت کے فرشتے اُن کے لیے جہنم کا لباس لے کر حاضر ہوتے ہیں اور ان پر لعن طعن کرتے ہیں۔ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُواْ عَنْهَا لاَ تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلاَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ﴾ (الاعراف:۴۰)

’’جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور اُن کے مقابلہ میں سرکشی کی ہے اُن کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔‘‘

---

1) **Sharjati, Dr. Ali (1983) The Visage of Prophet Muhammad (Peace be upon him) translated by: A. A. Sachadin, Noor-o-Qalam Publications, Lahore.**

یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو دنیا کی زندگی میں یہ سمجھ بیٹھے ہوتے ہیں کہ موت نے کبھی نہیں آنا حالانکہ اُن سے پہلے کتنے ہی شان والے اِس زمین کے نیچے چلے گئے۔ بقول میاں محمد بخش:

جیون جیون جھوٹھا نامہ موت کھلی سرِ اُتے ؎
لکھ کروڑ تیرے جیہے سوہنے خاک اندر رَل سُتے

(میاں محمد بخش۔ سیف الملوک)

اِس طرح کے لوگوں کی بہت سی مثالیں ہمیں تاریخ کے صفحات میں اور اپنے ارد گرد مل جائیں گی۔ مثلاً ایک امام ذہبیؒ نے شطرنج کی کھیل کے شوقین کا ذکر کیا ہے کہ جب اُس کی موت کا وقت آیا تو لوگ اُس کو کلمہ لا الٰہ اِلاّ اللہ پڑھنے کی تلقین کرتے تھے لیکن وہ کہتا جاتا تھا: ''یہ مہرہ چلاؤ، یہ مہرہ چلاؤ۔'' یہی کہتے کہتے اُس کی جان نکل گئی۔

یمنی عالمِ اسلام امام انور العولکی نے ایک سچا آنکھوں دیکھا واقعہ روایت کیا ہے کہ ایک شخص نزع کے عالم میں تھا اور اُس کے گھر میں مصری گلوکارہ اُمِ کلثوم کے گانے اونچی آواز میں لگے ہوئے تھے۔ جب اُن کے گھر والوں سے پوچھا گیا کہ یہ وقت تو قرآن کی تلاوت کا ہے تو انھوں نے بتایا کہ وہ قرآن کی تلاوت لگانا تو چاہتے تھے لیکن وہ شخص اُمِ کلثوم کے گانوں کا بہت شوقین تھا اِس لیے اُس نے اصرار کر کے ام کلثوم کے گانے لگوائے ہیں۔ پھر وہی گانے سنتے سنتے اُس شخص کی روح نکل گئی۔

انسانی تاریخ ایسے لوگوں کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جن کے گناہ اُن کی زندگیوں کے لیے بوجھ بن گئے تھے۔ خلیفہ مروان بن عبدالملک کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو اُس دن اس نے اپنے محل کی کھڑکی سے ایک دھوبی کو کپڑے دھوتے ہوئے دیکھا۔ اس نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگا:

”کاش میں اِس دھوبی کی طرح ہوتا کہ اپنی روزی کی کمائی سے پیٹ پالتا۔کاش میں خلیفہ نہ ہوتا۔“

ابوحازمؒ نے جب یہ قول سنا تو کہنے لگے: ”الحمدللہ یہ لوگ موت کے وقت اُس بات کی تمنا کرتے ہیں جو ہمیں حاصل ہے لیکن ہم موت کے وقت ان کی حالت کی آرزو نہیں کرتے۔“ مروان بن عبدالملک نے حکومت کے حصول کے لیے بے شمار بے گناہ لوگوں کو مارا لیکن بالآخر کفِ افسوس ملتے ہوئے خود بھی 87ء میں موت کے منہ میں چلا گیا۔

حجاج بن یوسف نے عراق پر 20 برس حکومت کی۔ حجاج بن یوسف نے اپنی گورزی اور بنوامیہ کے اقتدار کو مضبوط کرنے کے لیے جنگوں کے علاوہ حالتِ امن میں تقریباً ایک لاکھ 20 ہزار آدمی قتل کیے۔(بحوالہ: عقد الفرید) اُس نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ جیسے صحابہ کو قتل کیا۔ سعید بن جبیر اپنے دور کے عظیم ترین تابعی تھے۔سعید بن جبیر کو جب حجاج بن یوسف کے سپاہی گھر سے پکڑ کر لے جارہے تھے تو ان کی بیٹی رونے لگ گئی۔سعید بن جبیرؒ نے بیٹی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

يَا بُنَيَّتِيْ ! لِقَاءُ نَا فِي الْجَنَّةِ

(اے میری پیاری بیٹی! اب ہماری اگلی ملاقات جنت میں ہوگی)

جب حجاج، سعید بن جبیرؒ کو قتل کرنے لگا تو سعید بن جبیرؒ زور سے ہنسے۔حجاج نے اُن سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو سعید بن جبیر نے فرمایا کہ میں اللہ کے آگے تیرے تکبر پر ہنس رہا ہوں۔

حجاج بن یوسف نے کہا: ”میں نے تجھ سے زیادہ بہتر لوگوں (یعنی صحابہ کرام) کو قتل کیا ہے تو تو کچھ بھی نہیں۔“

سعید بن جبیر نے جواب دیا: ”اُنھوں نے تو تجھے معاف کردیا تھا لیکن میں تجھے معاف

نہیں کروں گا۔" پھر سعید بن جبیر نے اللہ سے دعا کی:

"اے اللہ! میرے بعد اِسے کسی دوسرے شخص کو قتل کرنے کی قدرت نہ عطا فرمائیو۔"

چنانچہ حجاج بن یوسف نے سعید بن جبیر کو شہید کروا دیا لیکن سعید بن جبیر کی بد دعا اُس کو لگ گئی۔ اُس کے بعد حجاج چالیس دن زندہ رہا لیکن روزانہ رات کو خواب میں وہ سعید بن جبیر کو دیکھا جو اس کا گریبان پکڑ کر کہتے: "بتا تو نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ اس پر حجاج چیختا ہوا بیدار ہو جاتا تھا اور کہتا تھا:

مَا لِیَ یَا سَعِیْدَ اِبْنِ جُبَیْر

(یہ مجھے کیا ہو گیا ہے اے سعید بن جبیر)

اُسکے فوراً بعد حجاج سخت بیمار ہو گیا۔ اُس کے معدے میں بے شمار کیڑے پیدا ہو گئے تھے اور جسم کو ایسی سخت سردی لگ رہی تھی کہ آگ کی بہت سی انگیٹھیاں بدن سے لگا کر رکھ دی جاتی تھیں پھر بھی سردی میں کوئی کمی نہیں ہوتی تھی۔ بالآخر شدید تکلیف کی حالت میں حجاج مر گیا۔ جب عمر بن عبدالعزیز کو اس کی موت کی خبر پہنچی تو آپ سجدے میں گر پڑے اور آپ نے فرمایا: "اِس امت کا فرعون مر گیا۔"

روس کے ڈکٹیٹر جوزف سٹالن (Joseph Stalin) (1878ء سے 1953ء) کے نام سے کون واقف نہیں۔ سٹالن، لینن کے ساتھ سوویت یونین میں سوشلزم کے انقلاب اور حکومت کا بانی تھا۔ یہ شخص اتنا سفاک تھا کہ خود لینن جیسے ظالم انسان کو بھی اپنے مرنے کے وقت فکر تھی کہ اُس کے بعد سٹالن حکومت میں نہ آجائے کیونکہ وہ بہت ظالم ہے لیکن ظالم آمروں اور لیڈروں کے اندر حکومت کی خواہش عام سیاستدانوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ سٹالن سوویت یونین پر 1953ء تک حکمران رہا۔ اُس دوران میں اس نے کتنے بندے قتل کروائے، اس کا اندازہ مغربی محقق رابرٹ کانکوسٹ کی کتاب

The Great Terror: Stalin's Purge of the Thirties

سے ہوتا ہے۔ رابرٹ لکھتا ہے کہ سٹالن نے 1936-38ء تک دس لاکھ (1,000,000)لوگوں کوقتل کیا۔ 1936-50ء تک ایک سوبیس لاکھ (12,000,000)لوگ کنسنٹریشن کیمپس میں مرگئے اور ساڑھے تین لاکھ 1930-36ء میں کسانوں کے قتلِ عام کےدور میں قتل ہوئے۔رابرٹ لکھتا ہے:

"Thus we get a figure of 20 million dead, which is certainly too low and might require an increase of 50 percent or so, as the debit balance of the Stalin regime for twenty-three years." (1)

"ہمیں پتہ چلتا ہے کہ(سٹالن کے دورِحکومت میں) 2 کروڑ(200لاکھ) لوگ موت کے گھاٹ اتارے گئے جوکہ یقیناً کم تعداد ہے اوراِس میں 50%مزید اضافے کی ضرورت ہے کیونکہ یہ سٹالن کا23سالہ دورِاقتدارتھا۔"

اِن قتل ہونےوالوں میں خاصی تعدادمسلمانوں کی بھی تھی۔جب سٹالن کی موت کاوقت قریب آیا تواُس کی بیٹی سویٹلانا الیلویوا(Stevlana Alliluyeva) اُس کے قریب موجودتھی۔سٹالن اپنے فالج زدہ جسم کے ساتھ بسترِمرگ پرپڑاہواتھا۔اُس کادل مضبوط تھااِس لیے وہ Stroke کے باوجوددھڑک رہاتھاجس کی وجہ سے سٹالن کاچہرہ بگڑکرنہایت مکروہ ہوچکاتھا۔کمرہ ڈاکٹروں اورنرسوں سے بھراہواتھا۔اُس وقت سٹالن کی بیٹی نے عجیب منظردیکھاجس نےاُس کےرونگٹے کھڑے کردیے۔اپنی آپ بیتی میں وہ رقمطرازہے:

---

1) Conquest, Robert (1968) The Great Terror: Stalin's Purge of the Thirties. New York, McMillan Publishing Co.

The last hours were nothing but a slow strangulation. The death agony was horrible... At what seemed like the very last moment, he sudenly opened his eyes and cast a glance over everyone in the room... He suddenly lifted his left hand as though bringing down a curse on us all. The gesture was incomprehensible and full of menace.... The next moment, after a final effort, the spirit wrenched itself free of the flesh" (1)

”زندگی کے آخری لمحات میں اس آہستہ آہستہ دم گھٹتا جا رہا تھا۔(میرے باپ سٹالن کی)موت کی تکلیف ہیبت ناک تھی۔۔۔جب اُس کی موت کا وقت بالکل قریب آ گیا تو اچانک سٹالن نے اپنی آنکھیں کھولیں اور کمرے میں ہر کسی کی طرف نگاہ دوڑائی۔۔۔پھر اُس نے فوراً اپنا بایاں ہاتھ فضا میں اٹھایا جیسے کہ وہ کمرے میں موجود ہم سب لوگوں پر لعنت بھیج رہا ہو۔اس کا یہ عمل ناقابلِ فہم اور ہیبت ناک تھا۔۔۔اگلے لمحے آخری کوشش کے بعد، روح جسم سے آزاد ہوگئی۔“

سٹالن کی بیٹی نے اپنے باپ کی عبرتناک موت کو دیکھ کر اکثر یہ کہا کرتی تھی:

"God gives easy death only to the just."

”خدا آسان موت صرف انصاف کرنے والوں کو دیتا ہے۔“

اپنے باپ سٹالن کی موت کے آخری لمحات کا سوچ کر اُس پر اتنا شدید اثر ہوا کہ اُس نے کمیونزم چھوڑ کر عیسائیت کی مذہبی زندگی اختیار کر لی۔اگر سٹالن نے ماسکو میں اسلام کا نام و نشان

---

1) Alliluyeva, Svetlana (1967) Twenty Letters to a friend. New York, Harper Collins.

چھوڑا ہوتا یا سوطلانا کی رسائی قرآن تک ہوتی تو یقیناً وہ عورت اسلام قبول کرلیتی۔ اُسے پتہ چلتا کہ سٹالن نے دراصل موت کے فرشتوں کو دیکھ کر اپنا بایاں ہاتھ کھڑا کیا تھا اور پھر اُس نے کمرے میں موجود لوگوں کی طرف اشارہ اس لیے کیا تھا کہ موت کے فرشتے اُس کی بجائے کسی اور کو لے جائیں لیکن موت کے فرشتے اپنا فرض انجام دینے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰى إِذَا جَآءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ﴾ (سورۃ الانعام: آیت 61)

"اپنے بندوں پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے اور تم پر نگرانی کرنے والے مقرر کر کے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اُس کے بھیجے ہوئے فرشتے اُس مرنے والے کی جان نکال لیتے ہیں اور اپنا فرض انجام دینے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔"

اس کے برعکس اگر مرنے والا سابقون (A-graders) میں سے ہے (جو قیامت کے روز ہائی فرسٹ ڈویژن سے پاس ہوئے ہونگے) یا اصحاب الیمین (B & C graders) میں سے ہے تو اُس کے لیے اعزاز و اکرام ہوتا ہے۔ فرشتے اُس کے استقبال کے لئے جنت کے لباس لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق سورہ الفجر میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ o ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً o فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ o وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ o (سورہ الفجر: 30-27)

"اے نفس مطمئن چل اپنے رب کی طرف اِس حال میں کہ تُو (اپنے انجام نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں اور

داخل ہو جا میری جنت میں۔"

انہی سابقون میں سے ایک حضرت علیؓ بن ابی طالب تھے۔ چنانچہ جب علیؓ بن ابی طالب پر خارجی عبدالرحمٰن ابن ملجم نے تلوار سے حملہ کیا اور تلوار آ کر حضرت علیؓ کے سر پر لگی اور خون کا فوارہ نکلا تو حضرت علیؓ نے نعرہ لگایا :

فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ

(خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔)

اسی طرح جب حضرت بلالِ حبشیؓ کی موت کا وقت قریب آیا تو اُن کی نزع کی حالت دیکھ کر بعض لوگوں نے کہا:

"وَاكَرْبَاه" (ہائے، کتنی تکلیف کا وقت ہے)

جب بلالؓ نے یہ الفاظ سنے تو آپؓ نے بہت برا منایا اور فرمایا:

وَاطَرْبَاه غَدًا اَلْقَى الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهُ

(واہ، کیا ہی خوشی کا موقع ہے! کل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے ملوں گا)

جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک اور ان کے بھائی کو کہا: "واللہ میں کچھ ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں جو نہ جن ہیں اور نہ ہی انسان اس لیے تم دونوں کچھ دیر کے لیے کمرے سے باہر چلے جاؤ۔" پھر عمر بن عبدالعزیزؒ اونچی آواز سے درج ذیل آیت پڑھتے رہے حتیٰ کہ اُن کی روح پرواز کر گئی۔

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي

الْاَرْضِ وَلَافَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ (سورۃ القصص:83)

"وہ آخرت کا گھر تو ہم اُن لوگوں کے لیے مخصوص کردیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لیے ہے۔"

علامہ ابن جوزیؒ نے "الثبات عند الممات" میں امام ابوحامد الغزالی کی وفات کے آخری لمحات اُن کے بھائی احمد الغزالی سے روایت کیے ہیں جن میں لکھا ہے کہ ١٦ جمادی الثانی 505 ھجری کو آپ کی وفات ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں:

" لما كان يوم الاثنين وقت الصبح توضأ اخي ابو حامد وصلى، وقال : علي بالكفن، فأخذهٗ وقبلهٗ، ووضعه على عينيه و قال: 'سَمْعاً وَ طَاعَةً لِلدُّخُوْلِ عَلَى الْمَلَکْ' ثم مد رجليه ، واستقبل القبلة ، ومات" (1)

"پیر کے روز میرے بھائی ابوحامد الغزالیؒ فجر کے وقت بیدار ہوئے۔ آپ نے وضو کیا اور فجر کی نماز پڑھی۔ پھر کسی سے کہا کہ میرا کفن لاؤ۔ اپنا کفن لیکر اُنھوں نے اُس کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور فرمایا:

'فرشتے کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم !'

یہ کہہ کر امام غزالی لیٹ گئے اور اپنا منہ قبلہ کی طرف کردیا اور فوت ہو گئے۔"

جب لوگ اُن کے قریب آئے تو پتہ چلا کہ اُن کی روح اگلے جہاں میں پرواز کر چکی تھی۔

---

1) الثبات عند الممات، علامہ ابن جوزی، موسسة الكتب الثقافية، بيروت

یہی لوگ سابقون الاولون (Forerunners) تھے اور یہی کامیاب لوگ تھے ۔ یہ لوگ اللہ سے ملنے کے خواہش مند تھے اور اللہ ان سے ملنے کا مشتاق تھا جیسا کہ ایسے لوگوں کے متعلق حدیث میں آتا ہے:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ ، اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهُ، وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ ، كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهُ

(صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب 5، حدیث 2683)

''جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات محبوب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی اُس شخص سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ سے ملاقات ناگوار ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی اُس شخص سے ملاقات کو ناگوار رکھتا ہے۔''

☆☆☆☆☆☆☆

کیا آپ معاشرے کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں؟

اصلاحِ معاشرہ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ لوگوں تک حق بات پہنچائی جائے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ (صحیح مسلم)

"جو شخص، کسی نیک کام کی طرف، کسی دوسرے شخص کی راہنمائی کرے گا، اُسے نیک کام کرنے والے کے برابر اجر اور ثواب دیا جائے گا"

آیئے اصلاحِ معاشرہ کے کام میں دینِ اسلام کی مدد کریں۔ آپ کی دی ہوئی کتابوں کی وجہ سے جس گھر میں جو اچھے اثرات ہوں گے، آپ اُس اجر میں برابر کے شریک ہوں گے۔ ڈاکٹر گوہر مشتاق کی اصلاحِ معاشرہ کے موضوع پر کتابوں کے سیٹ کو خرید کر اپنے رشتہ داروں کو تحفے میں دیں:

1----- موسیقی، اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں

2----- ایک آنکھ والا دجال

3-----انسانی دل اور قبولِ اسلام ۔ ایک مذہبی اور سائنسی تجزیہ

4-----معرکۂ روح و بدن

5-----پردہ : عقلمند خواتین کا انتخاب

6-----دجالی دور اور مسلم نوجوان

7-----داڑھی کی اہمیت قرآن و سنت اور جدید سائنس کی روشنی میں

8-----ویلنٹائن ڈے۔ بُت پرست رومیوں کا تہوار

9-----سورۃ الواقعہ کی سائنٹفک تفسیر

10----- سورۃ یٰسٓ کی تفسیر

11----- تزکیۂ نفس، اسلام اور جدید علم نفسیات کی روشنی میں

تبلیغی مقاصد کے لئے پورا سیٹ یا بڑی تعداد میں کتابیں خریدنے پر خصوصی رعایت۔ تفصیلات کے لئے درج ذیل پتہ پر رابطہ کریں۔ مکتبہ خواتین میگزین، لاہور

فون نمبر: 0321-4708024 / 423-543566